امام منتظرؑ کی جانب

تألیف
آیۃ اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

ترجمہ
عرفان حیدر

امام منتظرؑ کی جانب

تالیف:......................................آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

ترجمہ:...................................... عرفان حیدر

نظرثانی: ....سلمان نامدار، سید محمد ساجد رضوی

کمپوزنگ:......................................سید شاذان حیدر، شایان حیدر

ڈیزائن:......................................اکبر باقر خان، سجاد علی سروی

طبع:......................................دوم

تاریخ طبع:......................................۹ دسمبر ۲۰۱۵ء

تعداد:......................................۱۰۰۰

قیمت:......................................۱۰۰

ناشر......................................جامعہ امام صادقؑ کوئٹہ

ای میل: irfanhaider014@gmail.com

مؤلف کی ویب سائٹ

www.almonji.com email:info@almonji.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

آبروئے خاتم النبیین، عُنہ خلقت کونین، مادر سادات، ام ابیہا، شفیعۂ روز جزاء، سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۂ زہراء سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن مترجم

آج کا انسان اس نازک دور سے گذر رہا کہ جس میں گرم وسرد جنگ، اسلحہ کی دوڑ، طاقت کا حصول اوراس کا بے دریغ استعمال اوروحشت ناک بحرانوں نے اہل دنیا کو پریشان کر دیا ہے۔آج دنیا کے کئی ملکوں میں عوام کو کھانے کی روٹی میسر نہیں ہے لیکن ارباب اختیاراس بارے میں سوچنے کی بجائے جنگی سامان کی تیاری وخریداری میں لگے ہیں۔آج دولت اورطاقت کے نشہ میں چور حکمرانوں نے اقوام عالم کوزندگی کی تمام مسرتوں سے محروم کر دیا ہے۔ترقی کا دعویٰ کرنے والے شاید یہ بھی نہیں جانتے کہ دنیا میں بسنے والے اکثرلوگ بنیادی سہولتوں سے بھی محروم ہیں۔طاقتور کمزوروں کے حقوق پامال کر رہے ہیں لیکن کوئی ان کمزوروں اورمظلوموں کی فریاد سننے والانہیں ہے،اقتصادی ماہرین کی ناقص منصوبہ بندیوں یا غیر منصفانہ پالیسیوں کی وجہ سے غریب پستا جارہاہےاورامیر روزبروزامیر ہوتا جارہاہے۔آج انسان اس قسم کے سینکڑوں مسائل کی وجہ سے پریشان ہے،بے چین ہے،حیران وسرگرداں ہے کیونکہ انسانیت کی بقاءکوخطرہ لاحق ہے۔

لیکن کچھ ایسے افراد بھی ہیں کہ جومخلصانہ طور پران انسانی مسائل کوحل کرنے اوردنیا کے

بحرانوں کے لئے کوشاں ہیں اور وہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہر دروازہ پر دستک دے رہے ہیں لیکن ان کی تمام کوششوں کے باوجود انہیں مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کبھی انسان اپنے مستقبل سے ناامید ہو جاتا ہے۔ آج ہر مظلوم و بیکس کسی مسیحا کا منتظر ہے۔

لیکن ناامیدی و مایوسی کفر ہے کیونکہ جس کے دل میں چراغ امید بجھ چکا ہو اور اس پر مایوسی و ناامیدی چھائی ہو تو وہ ہرگز سعادت و کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسلامی تعلیمات میں یہ نوید و بشارت دی گئی ہے کہ ایسا مسیحا ضرور آئے گا جو دنیا کو امن کا گہوارا بنا دے گا، جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح طرح بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، جو مظلوم کو اس کا حق دے گا، جس کے زمانے میں علم اپنے عروج پر ہوگا، ترقی اپنی اوج پر ہوگی اور ہر طرف عدل و انصاف کا بول بالا ہوگا۔[1]

اس لئے مایوس نہ ہوں بلکہ اس مسیحا کا صدق دل سے انتظار کریں اور اس کی آفاقی حکومت کے قیام کے منتظر رہیں۔ کیونکہ مسیحا اور اس پرمسرف و بابرکت زمانے کا انتظار کامیابی کی عظیم راہوں میں سے ایک راہ ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی روایات میں اس مسیحا کو مہدی موعود عجل اللہ فرجہ الشریف کہا جاتا ہے۔

مہدی موعود عجل اللہ فرجہ الشریف کا عقیدہ ایک اسلامی عقیدہ ہے کہ جو امامیہ مذہب کا بنیادی رکن شمار ہوتا ہے۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جو متواترہ و مصدقہ احادیث و روایات کی رو سے ثابت ہے کہ جس میں شک و شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جس کے شیعہ اور اہلسنت سبھی معتقد ہیں

....

۱۔ اس بارے میں مزید جاننے کے لئے مؤلف کی کتاب "امام مہدیؑ کی آفاقی حکومت" کی طرف رجوع کریں۔

لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ شیعہ عقیدہ کی رو سے زمین پر خدا کی آخری حجت یعنی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولادت ہو چکی ہے اور اب وہ پردۂ غیب میں ہیں لیکن اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف پیدا ہوں گے۔

البتہ سب آخری زمانے میں امام برحق ،خورشید زہرا، حجت الٰہی، ولی خدا، مہدی موعود، منجی بشریت کے ظہور کے معتقد ہیں اور سب نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور آپ کی آفاقی حکومت کے متعلق کتابیں لکھی ہیں۔ سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، معجم الکبیر، آلوسی، الرویانی، الدار قطنی، مسند احمد بن حنبل اور صحیح للحاکم میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے بارے میں احادیث کا تذکرہ کیا گیا ہے نیز حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب ''اخبار المہدی''، الخطیب نے ''تاریخ بغداد'' اور ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں اس کے متعلق مفصل بحث کی ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم کائنات کے اس عظیم مسیحا کی معرفت حاصل کریں، اس کے منتظر رہیں اور اس کے ظہور پر نور میں تعجیل کے لئے خدائے بے نیاز کے حضور میں دعا کریں۔ یہ مختصر کتاب امام منتظر کی معرفت کا ایک ذریعہ ہے کہ جو زمانے کے امام کی جانب ایک قدم ہے۔ جس میں بہت خوبصورت انداز سے امام منتظر کی معرفت کے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور زمانہ غیبت میں منتظرین امام منتظر کی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔

لہذا سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں اس معبود حقیقی کا جس نے اس عمل صالح کو انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائی۔ میں شکر گزار ہوں اپنے نانا حاجی خادم حسین جعفری صاحب جن کی راہنمائی اور تعلیم مذہب حقہ کی شناخت اور اسے قبول کرنے کا سبب بنی اور ہم ان کے اس

احسان کو کبھی بھلا نہ سکیں گے۔ میں مشکور رہوں اپنے والدین، بھائیوں بالخصوص جناب عمران حیدر شاہد، رضوان حیدر رضی، علی اسدی اور بہن سکینہ رشاد کا کہ جن کی دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔

اور میں شکر گذار رہوں اپنے تمام اساتید بالخصوص جناب محمد جمعہ اسدی، جناب ابراہیم حلیمی، مرحوم غلام مہدی نجفی، اکبر حسین زاہدی صاحب کا اور عزیز دوست جناب سلمان نامدار صاحب کا کہ جن کی محبت و شفقت نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اس انمول کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں جامعہ امام صادقؑ کوئٹہ کے مدیر محترم جناب محمد جمعہ اسدی صاحب صاحب اور دوسرے تمام دوستوں کا مشکور رہوں۔

امید ہے کہ یہ کتاب یوسف زہراء اور قطب عالم کی مقدس بارگاہ کے پروانوں اور امامت و ولایت کی چوکھٹ کے خدمت گذاروں کی کیمیا گر نگاہوں کی منظور نظر قرار پائے گی اور وہ بندۂ حقیر سے اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائیں گے۔ (آمین)

والسلام علی من اتبع الهدی

عرفان حیدر

۱۸/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

مقدمہ[1]

حمد و شکر اس پروردگار کے لئے جس نے ہمیں خلق کیا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنا نبی مبعوث فرمایا جو خاتم الانبیاء ہیں، اور جس پروردگار نے کمال دین[2] اور نیک اعمال[3] کی طرف رغبت پیدا کرنے کے لئے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی ولایت ہمارے لئے ظاہر فرمائی اور ہمیں مکارم اخلاق[4] سے آراستہ ہونے اور ثواب اعمال[5] کے حصول کے لئے ہماری ہدایت فرمائی تا کہ بہشت[6] میں داخل ہو سکیں اور بہشت کے ہمیشہ باقی رہنے والے باغات[7] میں جاوداں[8] ہو جائیں اور جنت الماویٰ[9] کے اس بلند مقام پر پہنچ جائیں جہاں ملائکہ کا مشاہدہ کریں اور وہ ہم سے مخاطب ہو کر کہیں:

....

۱۔ یہاں پر اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ محترم مولف نے کتاب کے مقدمہ میں فن بلاغت کسے استفادہ کیا ہے اور اس کے مقدمہ کے ضمن میں ان کتابوں کے اسماء کا بھی تذکرہ کیا ہے جن سے استفادہ کیا گیا ہے اس فن کا مکمل حسن عربی عبارت میں نمایاں نظر آئے گا، اس فن کو علم بدیع و بلاغت میں براعت استہلال کہتے ہیں۔

۲۔ ''کمال الدین'' تالیف: محدث کبیر شیخ صدوقؒ

۳۔ ''اقبال الاعمال'' تالیف: جلیل القدر عالم سید علی ابن موسیٰ بن طاؤوس

۴۔ ''مکارم الاخلاق'' تالیف: جلیل القدر عالم دین ابونصر حسن طبرسیؒ

۵۔ ''ثواب الاعمال'' تالیف: شیخ صدوقؒ

۶۔ ''دارالسلام''، ایک کتاب محدث نوریؒ کی تالیف اور دوسری کتاب شیخ محمود عراقیؒ کی تالیف ہے۔

۷۔ ''جنات الخلود'' تالیف: بزرگ عالم امامی خاتون آبادیؒ

۸۔ ''المقام الاسنیٰ'' تالیف: مرحوم کفعمیؒ

۹۔ ''جنۃ الماویٰ'' تالیف: محدث نوریؒ

﴿ **سلام قولا من رب رحیم** ﴾[۱]

درود وسلام ہو خاتم الانبیاء ختم الرسل حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی پاک وطاہر آل پر کہ جن کے آنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ پاکیزہ کلمات[۲] کے ذریعہ بشریت کو اس کے فرائض کی تعلیم دیں[۳] اوران کی ایسا الٰہی چراغ[۴] کے ذریعہ کہ جس کا نور" کوکب دری[۵] **یوقدمن شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ**" (وہ روشن ستارے جو درخت زیتون پر تابندہ ہیں) کے مانند ہے دریائے[۶] انوار کی طرف ہدایت کریں اور اس نور کے پرتو میں ان عارفوں کے راستوں[۷] کو ان پر واضح کریں جنہوں نے شہر علم وحکمت کے سفر کا عزم کیا ہے تا کہ وہ باب سعادت[۸] سے اس شہر میں داخل ہو جائیں۔

درود وسلام ہو اہلبیت اطہار علیہم السلام کی اس آخری فرد پر جو عدل وانصاف کے لئے قیام کرے گا اور دعوت نبوی، قوت حیدری، طہارت وعصمت فاطمی، صبر حسنی، شہامت وشجاعت حسینی، عبادت سجادی، فخر وعظمت باقری، علامت وآثار جعفری، ذکاوت کاظمی، دلیل وبرہان رضوی، عطاوبخشش تقوی، طہارت وانتخاب نقوی، ہیبت وبزرگی عسکری اور غیبت الٰہی کا مالک ہو۔

۱۔سورہ یٰس آیت ۵۸۔ ۲۔"الکلم الطیب" تالیف: سید علی خان مدنیؒ

۳۔"تکالیف الانام" تالیف: علی اکبر ہمدانیؒ

۴۔"المصباح" تالیف: جلیل القدر عالم کفعمیؒ

۵۔﴿کوکب دري یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ﴾ سورہ نور، آیت: ۳۵

۶۔بحارالانوار" تالیف: علامہ مجلسیؒ ۷۔"منہاج العارفین" تالیف: محمد حسن سمنانی

۸۔"باب السعادت" تالیف: مرحوم فیض کاشانیؒ

جوذات حق کے قیام کے لئے انسانوں کوصداقت اورسچائی کی دعوت دے گی، وہ کلمۂ خدا امان خدا اور حجت وبرہان خدا ہے وہ خدا کے حکم کوزندہ کرنے میں غالب اورحریم الٰہی کی پاسبانی میں مستحکم ہے۔وہ ذات ظہوراورغیبت میں غم وغصہ اور بلاؤں کودفع کرنے والی ہے،صاحب جودوکرم ہے،بھلائی اوراحسان اس کاشیوہ ہےاوروہ امام برحق ابوالقاسم محمد بن الحسن صاحب عصر والزمان عجل اللہ فرجہ الشریف،الٰہی خلیفہ وجانشین ہیں جوجن وانس کے رہنماہیں، تاریک راتوں میں تابندہ ستارہ[1] ہیں سفراورزمانہ کےخطرات کے وقت امن وامان[2] کاباعث ہیں،سختیوں اور بلاؤں کے وقت محفوظ رکھنے والی سپر[3] ہیں۔

یہ کتاب آپ کی بارگاہ میں ایک کمزوراور فانی بندہ کا نذرانہ ہے اگر قبول ہوتو یہ پروردگارعالم کااحسان عظیم ہوگا،وہ پروردگارجس نے آپ کے وجودواحسان سے ہم کوسرفراز کیاہے۔

اے زمانہ کے مالک!اے میرے مولا اورسیدوسردار!اس کتاب کا آپ کی نظر میں قبول ہوجانا ہمارے لئے باقیات صالحات[4] اورروزقیامت کے لئے زادراہ ہوگا[5] جس دن نہ مال فائدہ پہنچاسکتا ہے نہ اولاد[6]، طلب کرنے والوں کے لئے نجات کاباعث [7] اورراتوں کو

۱۔"نجم الثاقب"،تالیف:محدث نوریؒ

۲۔"الامان من اخطار الاسفار والزمان"،تالیف:سیدابن طاؤسؒ

۳۔"الجنۃ الواقیۃ"،تالیف:میرداماؒد ۴۔"الباقیات الصالحات"،تالیف:محدث قمیؒ

۵۔"زادالمعاد"،تالیف:علامہ مجلسیؒ

۶۔﴿لاینفع مال ولابنون﴾سورۂ شعراء،آیت:۸۸

۷۔"فلاح السائل"،تالیف:سیدابن طاؤسؒ

عبادت میں گذارنے والوں کے لئے مشعل راہ[۱] ہے اور اگر اسے پڑھیں تو بہشت کے دروازوں کے کھلنے کے لئے[۲] کلید نجات[۳] ہے۔

اے صاحب بخشش واحسان آپ کے قبول کرنے سے یہ کتاب احباب کے لئے مایۂ بصیرت[۴] ہوگی، غیب کی پوشیدہ کنجی[۵] کے حصول کے لئے اس کو غور سے پڑھیں نیز آپ کو چاہنے والے اور وہ افراد جو آمادہ اور قوی ہیں[۶] انہیں پروردگار عالم کی نصرت کے لئے آمادہ اور مستعد قرار دے۔

پس اے میرے عزیز! ﴿مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ﴾[۷]

اے عزیز! ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو مشکلات وضرورت نے گھیر رکھا ہے ہم حقیری پونجی لے کر آپ کے پاس آئے ہیں ہمارے پیمانہ کو لبریز کر دیجئے ہم کو اپنا صدقہ خیرات فرما دیجئے اس میں تو شک نہیں کہ خدا خیرات کرنے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔

یہ کتاب ان نمازوں، دعاؤں اور زیارتوں کا مجموعہ ہے جو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ہم تک پہنچی ہیں یا پھر روئے زمین پر خلیفۂ خدا حضرت حجت بن الحسن العسکری عجل اللہ فرجہ الشریف کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ "مصباح المتہجد" بتألیف: شیخ طوسیؒ
۲۔ "مفتاح الفلاح" بتألیف: شیخ بہائیؒ
۳۔ "فتح الابواب" بتألیف: سید بن طاؤس
۴۔ "تبصرة الولي" بتألیف: سید ہاشم بحرانیؒ
۵۔ "مفتاح الغیب" بتألیف: علامہ مجلسیؒ
۶۔ "العدد القویۃ" بتألیف: جلیل القدر عالم "رضی الدین علیؒ"
۷۔ سورۂ یوسف، آیت: ۸۸

مؤلف کی یہ کوشش رہی ہے کہ معتبر کتابوں میں بیان ہونے والی اور ہم تک پہنچنے والی دعاؤں اور زیارات کو جمع کیا جائے[1] اگر چہ ان کا دعوی نہیں ہے کہ یہ کتاب تمام دعاؤں کا جامع اور کامل مجموعہ ہے اس لئے کہ ایک طرف تو غیبت کا طولانی زمانہ، امام منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف سے دوری اور جدائی سبب بنی کہ آنحضرتؑ نے بہت سی دعائیں اور ذکر بیان ہوئے لیکن ہم تک پہنچ نہیں سکے اور ہم ان سے بے خبر ہیں۔

ممکن ہے آنحضرت کی طرف سے چاہنےوالوں تک بعض مطالب پہنچے ہوں اور انہوں نے انہیں پوشیدہ رکھا ہو، اس مطلب کو ثابت کرنے کے لئے ہم آپ کے لئے مرحوم آیت اللہ العظمٰی الحاج شیخ مرتضی حائریؒ کا واقعہ نقل کرنا چاہتے ہیں، آپ یوں فرماتے ہیں:

میرا ایک دوست تھا جس کا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے رابطہ تھا وہ بعض اوقات

....

۱۔ "ادلہ سنن میں تسامح" کے قاعدے کی رو سے اسی طرح "اخبار من بلغ" کے تحت دعاؤں اور زیارتوں کی سند میں بہت زیادہ دقت ضروری نہیں ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کہ "سنن میں قاعدۂ تسامح اور اخبار من بلغ" کو دلیل قرار دے کر ہر طرح کی اور مجہول السند دعاؤں کو دوسروں کے لئے نقل کریں یا انہیں خود پڑھنے میں مشغول ہوجائیں بلکہ ہمیں چاہیے اس طرح کی دعاؤں اور زیارتوں سے دوری اختیار کریں کیونکہ اس قسم کی بہت سی دعاؤں میں غلط مضامین موجود ہیں، اس کے علاوہ ہمارے پاس خاندن وحی علیہم السلام سے صادر ہونے والی اس قدر دعائیں اور زیارتیں موجود ہیں کہ مجہول السند دعاؤں اور زیارتوں کے پڑھنے یا نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر وہ دعائیں اور زیارتیں جن کے موثق مصادر موجود نہیں ہیں نقل نہیں کی ہیں اور اس کتاب میں انہی نمازوں، زیارتوں اور دعاؤں کا ذکر کیا ہے کہ جو قدیم مصادر اور معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ بہت کم موارد کے علاوہ ہم اختلافی نسخوں کو ذکر نہیں کریں گے تا کہ قارئین حیران و سرگرداں نہ ہوں۔ اختلافی نسخوں سے آگاہی کے لئے "الصحیفۃ المبارکۃ المھدیۃ" کی طرف رجوع فرمائیں۔

میرے پاس آتا تھا اس کے اور ہمارے درمیان انقلاب ایران کے اوائل تک رابطہ رہا لیکن انقلاب کے بعد یہ رابطہ منقطع ہوگیا اور کئی سال گزر گئے اور ان کا دیدار نہیں ہوا۔

جب ہمارا ان سے رابطہ تھا تو اس وقت ہمیں ایک مشکل درپیش ہوئی ہم نے اپنی مشکل ان سے بیان کی اور درخواست کی کہ اس مشکل کو حل کردیں، وہ مشکل یہ تھی کہ بعض طلاب اور ضرورت مند افراد ہمارے پاس آتے تھے اور مدد طلب کرتے تھے لیکن چونکہ ہم ان میں سے بعض کو نہیں جانتے تھے لہٰذا ان کی مدد کرنے میں ہم تردد کے شکار تھے کہ ان کی مدد کی جائے یا نہیں؟ چونکہ یہ احتمال تھا کہ اگر ہم کسی ایسے شخص کی مدد کریں کہ جسے ہم نہ جانتے ہوں لیکن وہ حقیقی مستحق نہ ہو اور جو واقعا ضرورت مند ہو اس کی مدد نہ کریں۔

بہرحال ہم نے ان سے اپنی مشکل بیان کی اور انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، میں تمہاری مشکل کو حضرت صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں پیش کروں گا اور انشاء اللہ جواب بھی حاصل کرلوں گا۔

ایک مدت کے بعد وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے ہمیں ایک دعا تعلیم فرمائی اور کہا اگر کسی کو نہیں پہنچانتے اور وہ تم سے مدد چاہتا ہو تو پہلے اس دعا کو پڑھو پھر اس کی مدد کرو اس لئے کہ حضرت نے فرمایا: اگر اس دعا کو پڑھنے کے بعد کسی شخص کی مدد کی جائے تو وہ اس مال کو کسی ایسی جگہ استعمال نہیں کرسکتا جہاں ہم راضی نہیں ہیں۔

یہ ایک مختصر سی دعا تھی اور ہم نے بارہا دیکھا کہ جب نا آشنا افراد آتے تھے اور ان محترم سے مدد چاہتے تھے تو آپ پہلے اس دعا کو پڑھتے تھے۔

ممکن ہے بعض افراد اس اہم واقعہ کا یقین نہ کریں لیکن ہم نے اس لئے ذکر کیا ہے تا کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ وہ تمام دعائیں اور ذکر جو آنحضرتؑ نے ارشاد فرمائے ہیں ہم تک نہیں پہنچے ہیں، ممکن ہے آنحضرتؑ کے دوستوں کے پاک دلوں میں بہت سی دعائیں، زیارتیں اور صلوات محفوظ رہی ہوں، لیکن عوام کے سامنے ان کا ذکر کئے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں۔

محدث نوریؒ فرماتے ہیں: بعض قابل اعتماد علماء نے ہمیں بتایا ہے کہ انہوں نے بیداری کے عالم میں آنحضرتؑ کی زیارت کی ہے اور آپ کے متعدد معجزے دیکھے ہیں، آنحضرتؑ نے انہیں بہت سے پوشیدہ غیبی امور سے آگاہ کیا ہے اوران کے لئے دعا فرمائی ہے اور انہیں مہلک خطرات سے نجات دی ہے جن کی تفصیل وتوصیف الفاظ کے ذریعہ نہیں کی جا سکتی ہے[1]

آپ کو اس کتاب میں جو بھی خوبصورتی اور حسن نظر آئے وہ حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے طفیل ہے، اور جو بھی نقص وخامی نظر آئے وہ میری جانب سے ہے۔

خداوند عالم سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس عمل میں صداقت واخلاص عطا کرے اور اس کتاب کو خدا اور ولی خدا، امام منتظر حضرت صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف سے تقرب کا ذریعہ قرار دے۔

۱۔ دار السلام: ۲/۱۳۷

کتاب[1] مقدمہ اور خاتمہ کے علاوہ بارہ ابواب پر مشتمل ہے جیسا کہ:

"ان الشهور عندالله اثنی عشر شهراً، وأنّ الأئمة اثنی عشر اماماً، وأنّ النقباء اثنی عشر نقیباً"۔[2] بے شک خدا کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے اسی طرح ائمہ بھی بارہ ہیں اور نقیبوں کی تعداد بھی بارہ ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ: **﴿إِنَّ هَـٰذِهِ تَـذْكِـرَةٌ فَمَن شَاء اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً﴾**[3] **﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾**[4]

۱۔ "الصحیفۃ المبارکۃ المہدیۃ" کی پہلی اشاعت کے بعد ہم نے جو اضافہ کیا اس میں چار سو سے زیادہ نمازیں، دعائیں، زیارات اور استخارے ہیں اور چونکہ چوتھا، پانچواں، گیارہواں، اور بارہواں باب (یعنی وہ دعائیں کہ جنہیں امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف نے افراد کے لئے یا دوسروں کے خلاف استعمال کیا ہے اسی طرح وہ دعائیں جس کو ولادت کے وقت پڑھا ہے اور وہ دعائیں جن کو دیگر دعاؤں کے ضمن میں بیان فرمایا ہے نیز وہ دعائیں اور زیارتیں جو خود آنحضرتؑ کے متعلق وارد ہوئی ہیں) خاص پہلو کا حامل ہے اور تحقیق کرنے والے افراد کے لئے مفید ہیں یعنی عوام کے لئے اس کا پڑھنا ضروری نہیں ہے ان کو حذف کردیا ہے اور اس کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کے ساتھ کتاب "المختار من الصحیفۃ المبارکۃ المہدیۃ" مرتب کی ہے، جو انشاء اللہ عوام کے لئے مفید ہوگی۔

۲۔ بحارالانوار:۳۹۹/۳۶

۳۔ سورۂ مزمل، آیت:۱۹

۴۔ سورۂ مزمل، آیت:۲۰

یہ درحقیقت عبرت ونصیحت کی باتیں ہیں اور جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کے راستے کو اختیار کرلے ۔جس قدر ممکن ہو تلاوت کرو اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور پھر جو کچھ بھی اپنے نفس کے واسطے نیک عمل پیش کرو گے اسے خدا کی بارگاہ میں حاضر اور اجر کے اعتبار سے عظیم تر پاؤ گے، اور اللہ سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اہم نکتہ

ائمہ معصومین علیہم السلام نے ایسے دور میں زندگی بسر کی جس میں حبتری[1] کی ملعون حکومت نے ایسی گھٹن پیدا کردی تھی جو علوی عدل پر مبنی حکومت کے معرض وجود میں آنے کی راہ میں رکاوٹ تھی۔

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام کے پاس عام لوگوں کے لئے اسرار الٰہی کو بیان کرنے کا موقع فراہم نہیں تھا کیونکہ اموی اور عباسی ستمگر اور سرکش اس کام سے روکتے تھے۔

یہی وجہ ہے سب امیروں کے برحق امیر حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کان لرسول اللّٰہ(ص):سر لا یعلمه الا قلیل....ولولا طغاة هذه الامة لبثثت هذا السر"[2]

....

۱۔"حبتر" اولیائے الٰہی کی خلافت کے اولین غاصب کے لئے کنایہ ہے۔مزید جاننے کے لئے رجوع فرمائیں: بحار الانوار:۳۳۶/۳۵

۲۔بحار الانوار:۳۰۶/۹۵

رسول اکرمؐ کے پاس ایک ایسا راز تھا جس سے کم (مخصوص) افراد کے علاوہ دوسرے آگاہ نہیں تھے.... اگر اس امت کے سرکش افراد نہ ہوتے تو بلا شبہ اسے ہر ایک پر ظاہر کر دیتا اور لوگوں میں پھیلا دیتا۔

اس بناء پر ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام نے تمام لوگوں کے لئے اسرار بیان نہیں فرمائے اور اسے چند مخصوص افراد (جو آپ کے قریبی اور بہترین دوستوں میں سے تھے) کے علاوہ کسی اور پر ظاہر نہیں کئے۔

پس ان کے لئے افشاء راز اور اہم معنوی حقائق کا بیان ممکن نہ ہوا کیونکہ لوگوں میں اسے برداشت کرنے کی قوت و طاقت نہیں تھی نیز لوگ جبتری حکومت میں زندگی گذار رہے تھے اور یہ حکومت حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور تک جاری رہے گی۔

حضرت امام صادق علیہ السلام آیۂ مبارکہ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾ [۱] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هي دولة حبتر، فهي تسري الى قيام القائم عليه السلام" [۲]

اس شب سے مراد حبتر کی حکومت ہے جو حضرت قائم کے قیام تک باقی رہے گی۔

یہی وجہ ہے کہ معصومین علیہم السلام نے بے شمار معنوی حقائق و اسرار دعاؤں اور مناجات کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔

اہلبیت علیہم السلام نہ صرف سیاسی ماحول اور عوام کی سطح فکری کی وجہ سے اسرار کو صراحت سے بیان نہیں کر سکے اور انہیں دعاؤں، مناجات اور زیارات کے ضمن میں بیان کیا، بلکہ بہت

۱۔ سورۂ فجر آیت ۴

۲۔ بحار الانوار: ۷۸/۲۴

سے ہم اعتقادی مسائل اور اعلیٰ معارف کو بھی دعاؤں، مناجات اور زیارات کی صورت میں بیان کیا ہے۔ دعاؤں کی طرف رجوع کرنے اور ان میں تحقیق کے ذریعہ یہ حقیقت بخوبی واضح وآشکار ہو جاتی ہے۔ بلکہ ان ہستیوں نے اسرار، عقائد اور بلند پایہ معارف سے قطع نظر انسان کی زندگی میں بنیادی اور حیاتی کردار رکھنے والے بہت سے مطالب اور مسائل بھی بیان فرمائے ہیں اور انسانی سماج کو زندگی کا بہترین درس دیا ہے۔

مثال کے طور پر صحیفہ کاملہ سجادیہ "جس کی صحت کی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے تائید فرمائی ہے" میں غور و خوض کریں اور دیکھیں کہ امام سجاد علیہ السلام نے زندگی کے عظیم حقائق کو مختصر الفاظ کے قالب میں دعا اور مناجات کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح آنحضرتؑ سے یا اہل بیت علیہم السلام سے صادر ہونے والی دیگر دعاؤں پر توجہ کرنے سے بھی یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام نے ہمیں دعاؤں میں جو اہم تعلیمات دی ہے، ہم یہاں اس کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مناجات انجیلیہ میں فرماتے ہیں:

"اسئلک من الھمم اعلاھا" [1]

پروردگارا! میں تجھ سے عالی ترین ہمت چاہتا ہوں۔

جو شخص بھی دعاؤں کو پڑھنے کے ذریعہ پروردگار عالم سے ہم کلام ہوتا ہے، اسے امام سجاد علیہ السلام کا یہ کلام بیدار کرتا ہے۔

۱۔ بحارالانوار: ۹۴/۱۵۵

یعنی دعا کرنے والا جو بھی ہو (اگر چہ خود کو بے ارادہ اور ناچیز سمجھتا ہے) اسے چاہئے کہ پروردگار عالم سے بہترین اور عالی ترین ہمت طلب کرے تا کہ اپنی زندگی میں عظیم تبدیلی پیدا کر سکے اور اپنے وجود کو معاشرے کے لئے حیاتی اور بنیادی بنا سکے، یہ وہ حقیقت ہے جو قلب پر نور امامت کی چمک کے ساتھ جاودانی بن جاتی ہے۔

معصومین علیہم السلام سے ہم تک جو کچھ دعاؤں کا ذخیرہ پہنچا ہے وہی ولایت کا طور سینا ہے اور جو کوئی بھی وادی ایمن تک پہنچنا چاہتا ہے اور ہدایت کے کوہ طور کی چوٹیوں کو سر کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ جوتے اتار کر، پاک لباس پہن کر دعا کے آداب اور قبولیت کے شرائط سیکھے یہاں تک کہ دعا کے مستجاب ہونے کا مشاہدہ کرے۔

ہم نے جو کچھ بھی بیان کیا، وہی ہے جو قرآن و روایات سے ہم تک پہنچا ہے۔ انہیں غنیمت سمجھتے ہوئے، دل وجان سے اسے قبول کریں اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوں کیونکہ: ﴿ إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴾ [۱]

''رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا کہ اس کی رحمت سے کافر قوم کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا ہے''

اس بنا پر خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے نور امامت سے مستفید ہوتے ہوئے اپنے جسم وروح میں نور امید ویقین پیدا کریں کیونکہ ائمہ اطہار علیہم السلام نے اپنی دعاؤں اور مناجات کے ذریعہ ان اسرار وحقائق کی طرف ہدایت ورہنمائی فرمائی ہے۔

۱۔ سورۂ یوسف، آیت: ۸۷

عقلی اور روائی دلیلوں کی رو سے دعا کی ترغیب

آداب دعا اور اس کے شرائط کی بحث سے پہلے ضروری ہے کہ دعا کی طرف ترغیب دلاتنے والے عقلی اور نقلی دلائل پیش کئے جائیں:

۱۔ عقلی دلیل:

اگر انسان کو کوئی خطرہ لاحق ہو تو عقل کا یہ تقاضا ہے کہ اگر وہ اسے برطرف کرسکتا ہو تو اسے دور کرنا ضروری ہے۔ ہر انسان ہمیشہ خطروں میں گھرا ہوا ہے اس لئے کہ انسان ان چیزوں سے مبرا نہیں ہے جو اس کے نفس کے اندر خطرات کو جنم دیتی ہیں اسے تشویش و پریشانی میں مبتلا کرتی ہیں اور تکلیف کا باعث ہوتی ہیں اور اس طرح کی مشکلات یا باطنی ہیں جیسے وہ عارضے جو انسان کے جسم کو بیماریوں میں مبتلا کرتے ہیں، یا خارجی جیسے اسے کسی ظالم سے کوئی نقصان پہنچے یا پڑوسیوں اور اطراف میں رہنے والوں سے کوئی ضرر پہنچے۔

اگر فی الحال اس قسم کی مشکلات سے دوچار نہ ہو تو عقل مستقبل میں ان حوادث کے درپیش ہونے کو ممکن قرار دیتی ہے۔ چنانچہ انسان کس طرح ان حوادث میں مبتلا اور گرفتار نہ ہوگا جب کہ ایسی دنیا میں زندگیبسر کر رہا ہے کہ جس میں کسی بھی صورت آرام وقرار نہیں ہے اور اس میں انسان سے مصیبتیں دور نہیں ہوسکتیں۔

لہذا دنیا کی مشکلات یا ہر آدمی کو درپیش ہیں یا ان کے درپیش ہونے کا خطرہ ہے، دونوں صورتوں میں انہیں دور کرنے کی قدرت ہونے کی صورت میں انہیں دور کرنا چاہئے۔

اس طرح کے ضرر کو دور کرنے کے لئے دعا ایک ایسا وسیلہ ہے جو انسان کے اختیار

میں بھی ہے لہذا عقلی لحاظ سے ضروری و لازم ہے کہ انسان دعا کے ذریعہ اس طرح کے ضرر کو خود سے دور کرے۔ جیسا کہ امیر المومنین، سید الوصیین امام علی علیہ السلام نے ہمیں اس معنی سے آگاہ فرمایا ہے۔"**ما من أحد ابتلي وان عظمت بلواه بأحق بالدعاء من المعافي الذي لايأمن من البلاء**"[۱]

کوئی بھی ایسا فرد نہیں ہے جو گرفتار و مبتلا نہ ہو، اگر کسی کی مشکل بڑی ہے تو وہ اس شخص کی نسبت دعا کرنے کا زیادہ سزاوار ہے جو کہ سالم ہے لیکن مشکل میں گرفتار ہونے سے محفوظ نہیں ہے۔

۲۔روائی دلیل:

احادیث کی رو سے یہ واضح ہے کہ ہر شخص دعا کا محتاج ہے چاہے وہ مشکلات میں مبتلا ہو یا نہ ہو اور دعا کا فائدہ یہ ہے کہ دعا انسان کو ہر اس بلا سے نجات دیتی ہے جس میں وہ گرفتار ہے اور اس بدی اور مشکل کو برطرف کر دیتی ہے جو پہنچنے والی ہے یا انسان جس فائدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو دعا انسان کو اس تک پہنچا دیتی ہے اور جو چیز موجود ہے اسے ثابت و استوار کر کے جاودانی کر دیتی ہے اور زوال و نابودی سے روکتی ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں معصومین علیہم السلام دعا کو سلاح کے عنوان سے متعارف کراتے ہیں۔ سلاح وہ ذریعہ ہے جس سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس سے ضرر برطرف ہوتا ہے اور اسی طرح دیگر روایات میں معصومین علیہم السلام نے دعا کو سپر کہا ہے اس میں شک نہیں کہ

۱۔ بحارالانوار: ۳۸۰/۹۳

انسان سپر کے ذریعہ خودکو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: **"ألا أدلكم علی سلاح ينجيكم من أعدائكم ويدرّ ارزاقكم؟قالوا: بلی يا رسول اللّٰه.**

قال :تدعون ربكم بالليل والنهار،فانّ سلاح المؤمن الدعاء" [۱]

کیا تمہیں ایسے سلاح سے باخبر کروں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دے اور تمہارے رزق وروزی میں اضافہ کرے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا: شب و روز اپنے پروردگار سے دعا کرو اس لئے کہ دعا مومن کا اسلحہ ہے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الدعا ترس المؤمن، ومتی تكثر قرع الباب يفتح لک" [۲]

دعا مومن کی سپر ہے اور جب دروازے پر زیادہ دستک دو گے تو آخر کار وہ تمہارے لئے کھل ہی جائے گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" الدعا أنفذ من السنان الحديد" [۳]

دعا آہنی نیزے سے بھی کہیں زیادہ نفوذ کرتی ہے۔

۱،۲۔ الکافی:۲/۴۶۸

۳۔ الکافی:۲/۴۶۹

حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"ان الدعا یردّ ما قدّر وما لم یقدّر.

قال: قلت: وما قد قدّر فقد عرفته، فما لم یقدّر؟ قال: حتی لایکون" [۱]

بیشک جو کچھ مقدر کیا جاچکا ہے اور جو مقدر نہیں کیا گیا ہے، دعا اسے تبدیل کر دیتی ہے۔

راوی کہتا ہے: ہم نے عرض کیا: جو کچھ مقدر کیا جا چکا ہے، وہ تو میری سمجھ میں آیا لیکن جو مقدر نہیں ہوا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

آنحضرتؑ نے فرمایا: دعا کریں کہ جو ابھی تک مقدر نہیں ہوا، آئندہ بھی مقدر نہ ہو۔

حضرت امام کاظم علیہ السلام ایک اور روایت میں فرماتے ہیں:

" علیکم بالدعأ فانّ الدعأ و الطلب الی اللّٰہ تعالی یردّ البلاء، وقد قدّر وقضی فلم یبق الاّ امضائه فاذا دعی اللّٰه وسئل صرُفه صرّفه" [۲]

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ دعا کرو اس لئے کہ پروردگار عالم سے دعا اور طلب بلاؤں کو دور کرتی ہے کہ جو تقدیر میں لکھی جاچکی ہیں اور حکم الٰہی اس پر جاری ہوگیا ہے صرف اس کا نافذ ہونا باقی ہے اور اگر اس طرح کی بلاؤں کے برطرف ہونے کے لئے دعا کی جائے اور خدا کو پکارا جائے تو پروردگار عالم اسے برطرف کر دے گا۔

۱۔ الکافی: ۲/ ۴۶۹

۲۔ الکافی: ۲/ ۴۷۰

زرارہؒ نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"آلا أدلكم على شيء لم يستثن فيه رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم؟ قلت: بلى.

قال: الدعاء يردّ القضاء و قد أبرم ابراماً، و ضمّ اصابعه " ۱؎

کیا تمہاری ایسے مسئلہ کی طرف راہنمائی فرماؤں جس میں پیغمبرؐ نے استثناء نہیں فرمایا ہے؟ زرارہ نے عرض کیا: جی ہاں!

آنحضرتؐ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے فرمایا: دعا حتمی قضاء (تقدیرالٰہی) کو برطرف کردیتی ہے اگر چہ وہ حتمی ہوچکی ہو۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انّ الدعأ و البلاء ليتوا فقان الى يوم القيامة، انّ الدعاء ليردّ البلاء و قد ابرم ابراماً " ۲؎

بلاشبہ دعا اور بلاء قیامت تک ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ دعا، بلاء کو برطرف کردیتی ہے اگر چہ وہ حتمی اور استوار ہوچکی ہو۔

اسی طرح امام سجاد علیہ السلام نے دوسری جگہ فرمایا:

"الدعا يرد البلاء النازل ومالم ينزل " ۳؎

دعا نازل شدہ اور نازل ہونے والی بلاؤں کو برطرف کردیتی ہے۔

۱۔ الکافی: ۲/۴۷۰

۲۔ الکافی: ۲/۴۶۹ ۳۔ عدۃ الداعی: ۱۱

آداب دعا

اس بیان سے دعا کرنے کی اہمیت اوراس کے حیرت انگیز اثرات واضح ہو گئے اور یہ کہ اگر دعا کرنے والااس کے آداب کی رعائت کرنے کے ساتھ دعا کرے تو اسے اس کی دعا کے مستجاب ہونے میں عجیب آثار نظر آئیں گے۔لہذا ہم اس جگہ دعا کے آداب بیان کرتے ہیں:

کتاب ''المختار من کلمات الامام المہدیؑ'' میں کہا گیا ہے کہ دعا کے آداب سیکھواور توجہ دو کہ کسے بلا رہے ہو؟ اور کس لئے بلا رہے ہو؟ غور کرو کس کے متعلق سوال کر رہے ہو؟ کتنا سوال کر رہے؟ اور کس لئے سوال کر رہے ہو؟

دعا یعنی ان تمام موارد کے لئے خدا کی بارگاہ میں سوال اوراجابت کا مطالبہ ہے، نیز سارے اختیارات کو ترک کرنا اور تمام ظاہری وباطنی امور خدائے برحق کے سپرد کر دینا ہے۔

اگر دعا کواس کی شرائط کے ساتھ انجام نہ دیا تو اس کی قبولیت کے لئے منتظر نہ رہیں اس لئے کہ وہ ظاہر وباطن سے آگاہ ہے شاید خدا سے اس امر کے لئے دعا کر رہے ہو جس کے باطن میں خدا اس کے برعکس دیکھ رہا ہو۔

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ خدا اگر ہمیں دعا کا حکم نہیں دیتا لیکن ہم اخلاص کے ساتھ دعا کرتے تو وہ اپنے فضل کی بنیاد پر ہماری دعا کو قبول کرتا لہذا جب پروردگار عالم شرائط کے ساتھ انجام دی گئی دعا کی قبولیت کا ضامن ہے تو وہ اسے کیسے قبول نہ کرے گا؟[۱]

۱۔ بحارالانوار:۳۲۲/۹۳

آداب دعا درج ذیل ہیں:

پہلی شرط: دعا کو خدا کے نام سے شروع کرنا۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"لایردّ دعاء أوّله بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" [۱]

جس دعا کے شروع میں **"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"** ہو وہ رد نہیں ہو سکتی۔

دوسری شرط: دعا کرنے سے پہلے پروردگار کی حمد وثناء بجالائی جائے۔

ہمارے سید وسردار حضرت **امام صادق** علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کل دعاء لایکون قبله تحمید فهو أبتر" [۲]

ہر وہ دعا کہ جس سے پہلے پروردگار عالم کی حمد وثناء نہ کی جائے وہ ابتر اور ناقص ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے مکتوب میں یوں بیان ہوا ہے:

دعا اور طلب کرنے سے پہلے خدا کی حمد وثناء ہوتی ہے، جب پروردگار عالم سے دعا کرنا چاہو تو پہلے اس کی تعریف کرو۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اس کی حمد وثناء کیسے کریں؟

فرمایا اس طرح کہو: **"يَا مَنْ اَقْرَبُ اِلَيَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ يَا مَنْ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهِ يَا مَنْ هُوَ بِالْمَنْظَرِ الْاَعْلٰى، يَا مَنْ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"** [۳]

۱۔ بحار الانوار: ۳۱۳/۹۳

۲۔ الکافی: ۵۰۳/۲

۳۔ بحار الانوار: ۳۱۵/۹۳

اے وہ (پروردگار) جو مجھ سے میری رگ گردن سے زیادہ قریب ہے! وہ کہ جو انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہوتا ہے! اے وہ جو نظر کرنے میں بلند مرتبہ ہے! اے وہ کہ جس کی مثل و مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

تیسری شرط: محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات بھیجنا۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"صلاتکم عليّ اجابة لدعائکم وزکاة لاعمالکم" [۱]

ہم پر تمہارا درود و صلوات بھیجنا تمہاری دعا کی قبولیت اور تمہارے اعمال کے پاکیزہ ہونے کا باعث ہے۔

ہمارے آقا و مولا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **"لایزال الدعاء محجوبا حتی یصلّي علی محمد وآل محمد"** [۲]

دعا اس وقت تک محجوب رہے گی جب تک محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود نہ بھیجی جائے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:

"من کانت لہ الی اللّٰہ عزوجل حاجة فلیبدأ بالصلاة علی محمدوآلہ، ثمّ یسألہ حاجتہ، ثمّ یختم بالصّلاة علی محمّد وآل محمّد، فانّ اللّٰہ أکرم من أن یقبل الطرفین ویدع الوسط، إذا کانت الصلاة علی محمد وآل محمد لاتحجب عنہ" [۳]

۱۔ بحارالانوار:۳۱۲/۹۳، ۳۱٦

۲۔ بحارالانوار:۵۴/۹۴

۳۔ بحارالانوار:۳۱٦/۹۳

جو پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاجت مند ہو اسے چاہئے کہ محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات سے ابتدا کرے اور پھر اپنی حاجت کو پروردگار عالم سے طلب کرے اور محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات بھیج کر تمام کرے، اس لئے کہ پروردگار عالم اس سے کہیں زیادہ کریم ہے کہ کلام کے دونوں سروں کو قبول کرے اور بیچ کے حصہ کو قبول نہ کرے۔ جب دعا محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات کے ساتھ ہو تو محجوب نہ ہوگی۔

چوتھی شرط: شفاعت طلب کرنا۔

ہمارے مولا حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب خدا سے کوئی حاجت ہو تو کہو:

"اَللّٰهُمَّ اِنّي أَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ، فَإِنَّ لَهُمَا عِنْدَکَ شَأْناً مِنَ الشَّأْنِ، وَقَدْراً مِنَ الْقَدْرِ، فَبِحَقِّ ذٰلِکَ الشَّأْنِ وَبِحَقِّ ذٰلِکَ الْقَدْرِ أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَأَنْ تَفْعَلَ بِي کَذَا وَکَذَا......" [1]

پروردگارا! میں تجھ سے محمدؐ اور علی علیہ السلام کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کیونکہ ان دو بزرگوں کی تیرے نزدیک مقام ومنزلت ہے اور یہ تیرے نزدیک قدر و قیمت رکھتے ہیں پس اس قدر ومنزلت اور اس شان کا واسطہ محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود بھیج اور میری فلاں حاجت کو پوری فرما۔

....

۱۔ بحار الانوار: ۲۲/۹۴

کیونکہ روز قیامت کوئی بھی ملک مقرب پیغمبر مرسل اور آزمودہ مومن باقی نہیں ہوگا مگر یہ کہ اسے ان دو بزرگ ہستیوں کی شفاعت کی ضرورت نہ ہو۔

حاجتوں کے پورا ہونے اور اپنی چاہت و مقصد کے حصول کے لئے خدا کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ خداوند عالم نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿وَبْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ [۱]

''اور اس تک پہنچے کا وسیلہ تلاش کرو''

اور خدا کے نزدیک محمد و آل محمد علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی مقرب وسیلہ نہیں ہے اور یہی شفاعت ہے۔

زیارت جامعۂ کبیرہ میں اس طرح پڑھتے ہیں:

''اللّٰهُمَّ اِنِّي لَوْ وَجَدْتُ شُفَعَاءَ اَقْرَبَ اِلَيْکَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ الْأَخْيَارِ، اْلأَئِمَّةِ الْأَبْرَارِ لَجَعَلْتُهُمْ شُفَعَائِي.....''

پروردگارا! اگر تیرے نزدیک میں محمدؐ اور ان کے اہلبیت اخیار علیہم السلام اور آئمہ ابرار علیہم السلام سے بہتر کسی کو شفیع پاتا تو انہیں تیری بارگاہ میں اپنا شفیع قرار دیتا۔

نیز روایات واضح دلالت کرتی ہیں کہ کلام الٰہی میں وسیلہ سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور اگر ہم وسیلہ کو سیڑھی وغیرہ سے تعبیر کریں تو اس میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ یہاں پر سیڑھی سے مراد بلندی اور ترقی و پیشرفت کی منزل طے کرنے کا وسیلہ ہے۔

....

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت: ۳۵

رسول اکرمؐ سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے:

"ھم العروۃ الوثقی والوسیلۃ الی اللّٰہ" [۱]

وہ یعنی اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام خدا کی جانب مورد اطمینان وسیلہ، اور محکم رسّی ہیں۔

پھر اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ [۲]

اے ایمان لانے والو! خدا سے ڈرو اور اس کی (بارگاہ) کے لئے وسیلہ طلب کرو۔

شاید ایمان اور تقوا وسیلہ طلب کرنے کے لئے پروردگار عالم کی بارگاہ میں دو لازمی شرط ہوں چنانچہ تقوا اور ایمان کے بغیر وسیلہ طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس بناء پر جب یہ دونوں صفات جمع ہوں تو مفید ہوں گے کیونکہ ایمان و تقویٰ کے بغیر ولایت کا وجود نہیں ہوسکتا۔

پانچویں شرط: گناہوں کا اعتراف کرنا۔

ایک روایت میں ہمارے مولا حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے:

"انما ھي المدحۃ ثم الاقرار بالذنب ثم المسألۃ واللّٰہ ما خرج عبد من ذنب الّا بالاقرار" [۳]

۱۔ تفسیر صافی: ۱/۴۴۱ ۲۔ سورۂ مائدہ، آیت: ۳۵

۳۔ بحار الانوار: ۹۳/۳۱۸

بیشک دعا میں پہلے خدا کی مدح وثنا پھر گناہ کا اقرار اس کے بعد اپنی حاجت کا سوال ہونا چاہئے، خدا کی قسم کوئی بندہ بھی اپنے گناہوں کا اقرار کئے بغیر گناہوں سے نہیں نکل سکتا۔

چھٹی شرط: غفلت اور بے توجہی کے عالم میں دعا نہ کی جائے بلکہ خدا کی بارگاہ میں حضور قلب اور توجہ کے ساتھ دعا کریں۔ جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انّ اللّٰہ لا یستجیب دعاء بظھر قلب ساہ، فاذا دعوت فأقبل بقلبک، ثم استیقن الاجابة" [۱]

بیشک خداوند عالم غافل دل سے کی گئی دعا کو قبول نہیں کرتا ہے لہذا جب دعا کرنا چاہو تو حضور قلب اور توجہ کے ساتھ دعا کرو اور پھر اس کی مقبولیت کا یقین رکھو۔

چونکہ غافل در حقیقت دعا نہیں کرتا اس لئے کہ دعا خدا کی طرف حضور قلب اور توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی۔

ساتویں شرط: خوراک اور لباس کا پاک ہونا۔

چونکہ شائستہ دعا شائستہ عمل پر موقوف ہے۔ نیک اور شائستہ عمل حرام اور پلیدی کے ساتھ کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ قرآن مجید میں خداوند عالم کا یہ فرمان ﴿**یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً**﴾ [۲] "یعنی اے پیغمبرو! پاک و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح انجام دو" عمل صالح اور پاک و پاکیزہ غذا کے کھانے کے درمیان لازمہ پر بخوبی دلالت کرتا ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۳۲۳/۹۳

۲۔ سورۂ مومنون، آیت: ۵۱

رسول خداؐ نے فرمایا:

"من احبّ أن يستجاب دعائه فليطيّب مطعمه ومكسبه" [۱]

جو چاہتا ہے کہ اس کی دعا مستجاب ہو تو اس کا کھانا اور درآمد پاک وحلال ہونی چاہئے۔

دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے:

"طهّر مأكلك، ولا تدخل في بطنك الحرام" [۲]

اپنے کھانے کو پاکیزہ کرو اور اپنے شکم میں حرام مال داخل نہ کرو۔

ایک اور روایت میں نقل ہوا ہے:

"أطب كسبك تستجاب دعوتك، فان الرجل يرفع اللقمة الى فيه حراماً فما تستجاب له أربعين يوماً" [۳]

اپنی درآمد کو پاک وحلال کرو تا کہ تمہاری دعا مستجاب ہو اس لئے کہ جب انسان حرام لقمہ منہ میں ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

"فمنك الدعاء و عليّ الاجابة فلا تحجب عني دعوة الّا دعوة آكل الحرام" [۴]

تمہارا کام دعا کرنا ہے اور میرا لطف قبول کرنا ہے اور کوئی دعا مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتی مگر اس کی دعا جو حرام کھاتا ہو۔

۱۔ بحارالانوار: ۳۷۲/۹۳

۲،۳،۴۔ بحارالانوار: ۳۷۳/۹۳

ہمارے مولا حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"من سره أن يستجاب دعاؤه فليطيب كسبه" [۱]

جو چاہتا ہے اس کی دعا مستجاب ہو اسے چاہئے کسب وکام اور درآمد کو پاک کرے۔

دوسری روایت میں فرمایا:

"إذا أراد أحدكم أن يستجاب له فليطيّب كسبه وليخرج من مظالم الناس، وإنّ اللّٰه لا يرفع دعاء عبد وفي بطنه حرام، او عنده مظلمة لأحد من خلقه" [۲]

جب تم میں سے کوئی چاہتا ہو کہ اس کی دعا مستجاب ہو تو اسے چاہئے اپنی درآمد و معاش کو پاکیزہ و حلال کرے اور خود کو لوگوں کے حق سے آزاد کرے کیونکہ خداوند اس شخص کی دعا کو بلند نہیں کرتا کہ جس کے شکم میں حرام ہو یا اس پر حق الناس ہو۔

آٹھویں شرط: واجب الذمہ حقوق کی ادائیگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"إنّ اللّٰه عزّ وجلّ يقول: وعزّتي وجلالي لا أُجيب دعوة مظلوم دعاني في مظلمة ظلمها، ولأحد عنده مثل تلک المظلمة" [۳]

پروردگار عالم فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جس مظلوم پر ظلم ہوا ہے، جب کہ اس نے خود بھی دوسرے پر اسی طرح کا ظلم کیا ہو تو اس کی دعا مستجاب نہ کروں گا۔

۱، ۲۔ بحار الانوار: ۹۳/ ۳۲۱

۳۔ بحار الانوار: ۹۳/ ۳۲۰

ہمارے آقا ومولا امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اِنّ اللّٰـه اوحى الى عيسى بن مريم: قل للملاء من بني اسرائيل:.....انّي غير مستجيب لاحد منكم دعوة ولأحد من خلقي قبله مظلمة" [1]

پروردگار عالم نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر وحی نازل فرمائی: بنی اسرائیل کے گروہ سے کہو: میں اس شخص کی دعا قبول نہیں کروں گا کہ جس کے پاس لوگوں کا حق ہے۔

نویں شرط: حاجت پوری ہونے کی راہ میں حائل گناہوں کو ترک کرنا۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ان العبد يسأل الحاجة فيكون من شأنه قضاؤها الى أجل قريب، أو اِلى وقت بطيء فيذنب العبد ذنباً، فيقول اللّٰه تبارك وتعالى للملك: لاتقض حاجته وأحرمه ايّاها، فانّه تعرّض لسخطي واستوجب الحرمان منّي" [2]

جب بندہ خدا سے حاجت طلب کرے تو ممکن ہے کہ اس کی حاجت جلد پوری ہوجائے یا اس میں تاخیر ہوجائے لیکن اسی دوران بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو خداوند فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس کی حاجت پوری نہ کرواور اسے محروم رکھو کیونکہ وہ میرے غضب کا حقدار ہوگیا ہے اور میری جانب سے محرومیت کا مستحق ہے۔

....

۱۔ بحار الانوار: ۹۳/ ۳۷۳

۲۔ بحار الانوار: ۹۳/ ۳۲۸

دسویں شرط: دعا کی قبولیت کی امید رکھنا۔

اس سے مراد یقین ہے اس لئے کہ پروردگار عالم سے وعدہ خلافی محال ہے کیونکہ خدا نے خود اپنے کلام میں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی قبولیت کی ضمانت دی ہے:

﴿اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [1]

مجھ سے دعا کرو میں مستجاب کروں گا۔

لہٰذا خدا وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا جیسا کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿وَعْدَاللّٰهِ لاَيُخْلِفُ اللّٰهَ وَعْدَهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لاَيَعْلَمُوْنَ﴾ [2]

یہ وعدۂ الٰہی ہے اور پروردگار عالم اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

خدا کیسے وعدہ خلافی کرسکتا ہے جب کہ وہ بے نیاز، قادر، مہربان، رحیم اور صاحب عظمت ہے؟

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"فاذا دعوت فَأَقبل بقلبک ثم استیقن الا جابة" [3، 4]

جب دعا کروتو اپنے پورے وجود کے ساتھ پروردگار کو پکارو اور پھر دعا کی قبولیت کا یقین رکھو۔

۱۔ سورۂ غافر، آیت: ۶۰ ۲۔ سورۂ روم، آیت: ۶

۳۔ بحار الانوار: ۳۲۳/۱

۴۔ المختار من کلمات الامام المہدی: ۲۳۸/۱

گیارہویں شرط: دعا میں اصرار اور استقامت۔

علامہ مجلسیؒ اسے دعا کے آداب اور شرائط میں شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں قدیم وحی میں وارد ہے: ''لاتملّ من الدعاء فانی لا أملّ من الاجابة''[۱]

دعا کرنے سے تھکو مت، اس لئے کہ میں اجابت سے نہیں تھکتا۔

عبدالعزیز طویل نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''انّ العبد اذا دعا لم یزل اللّٰہ فی حاجته مالم یستعجل''[۲]

جس وقت بندہ دعا کرتا ہے تو پروردگار عالم اس کی دعا کی اجابت کی حالت میں ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ خود جلدی نہ کرے (یعنی دعا سے ہاتھ اٹھالے)

اسی طرح آنحضرتؑ سے روایت ہوئی ہے:

''انّ العبد اذا عجّل فقام لحاجته یقول اللّٰہ تعالیٰ: استعجل عبدی أتراہ یظنّ انّ حوائجه بید غیری''[۳]

جس وقت بندہ اپنی حاجت طلب کرنے میں جلدی کرے تو پروردگار عالم فرماتا ہے: میرا بندہ جلدی کر رہا ہے کیا وہ خیال کرتا ہے اس کی حاجتیں میرے علاوہ کسی اور کے ہاتھ میں ہیں؟

۱۔ بحارالانوار: ۹۳/۳۷۴

۲۔ الکافی: ۲/۴۷۴

۳۔ بحارالانوار: ۹۳/۳۷۵

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"انّ اللّٰہ یُحب السائل اللحو ح"[۱]

پروردگار عالم اصرار کرنے والے سائل کو دوست رکھتا ہے۔

ولید بن عقبہ ہجری کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

"واللّٰہ لا یلحّ عبد مؤمن علی اللّٰہ في حاجتہ الاّ قضاھا لہ"[۲]

خدا کی قسم کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی حاجت پر اصرار کرے اور پروردگار عالم اسے قبول نہ کرے۔

ابو صباح نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

"ان اللّٰہ کرہ الحاح الناس بعضھم علی بعض في المسالۃ، وأحبّ ذالک لنفسہ 'انّ اللّٰہ یحبّ أن یسأل و یطلب ما عندہ"[۳]

بیشک پروردگار اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ بعض لوگ دوسروں سے کسی مسئلہ میں اصرار کریں لیکن اس اصرار کو خود اپنے لئے دوست رکھتا ہے، اور بیشک پروردگار عالم دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور جو چیز اس کے پاس ہے، اسے سے طلب کی جائے۔

احمد بن محمد بن ابونصر سے روایت ہوئی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! میں فلاں سال سے اب تک پروردگار عالم سے ایک حاجت کا سوال کر رہا ہوں مگر حاجت کے پوری ہونے میں

۱۔ بحار الانوار: ۹۳/ ۴۷۵

۲،۳۔ الکافی: ۲/ ۴۷۵

تاخیر کی وجہ سے اپنے دل میں کچھ چیزیں (شک ووسوسہ) محسوس کرتا ہوں۔

آنحضرتؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''یـا أحـمـد؛ إیّـاک والشیـطـان أن یـکون لـه علیک سبیل، حتّی یـقـنّـطک،إنّ أبا جعفر علیه السلام کان یقول:انّ المؤمن لیسأل اللّٰه حاجة فیؤخّرعنه تعجیل إجابته حبّاً لصوته واستماع نحیبه.

ثـمّ قـال: والـلّٰـه مـاأخّـر الـلّٰـه عـن الـمؤمنین مایطلبون في هذه الدّنیا خیرلهم ممّا عجّل لهم ،وأيّ شيء الدنیا''[1]

اے احمد! شیطان سے دوری اختیار کرو! کہیں وہ تمہارے اندر نفوذ نہ کرجائے اور تمہیں ناامید نہ کردے۔جیسا کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :اگر مومن پروردگار عالم سے کوئی حاجت طلب کرتا ہے اوراس کی حاجت روائی میں تاخیر ہوتی ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ پروردگار عالم کواس کی آواز اچھی لگتی ہے اوروہ اس کی فریاد کومزید سننا چاہتا ہے۔

پھرفرمایا:خدا کی قسم!اس دنیا میں مومنین جو کچھ طلب کرتے ہیں، پروردگارعالم انہیں وہ عطا کرنے میں تاخیرنہیں کرتا ہےمگر یہ کہ وہ ان کے لئے ان چیزوں سے بہتر ہے جس میں ان کے لئے تعجیل فرمائی ہے اوردنیا کی کیا قیمت ہے؟!!

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ان الـعـبـدالـولـيّ لـلّٰه یدعو اللّٰه في الأمر ینوبه، فیقال للملک الموکّل به:

۱۔بحارالانوار:۹۳؍۳۷۴

اِقض لعبدي حاجته ولاتعجلّها، فانّي أشتهي أن أسمع ندائه وصوته. وانّ العبدالعدوّللّٰه ليدعواللّٰه في الأمر ينوبه فيقال للملک الموکّل به:اِقض لعبدي حاجته وعجّلها، فاني أکره أن اسمع ندائه وصوته.

قال: فيقول الناس: ماأُعطي هذا اِلاّٰ لکرامته، ومامنع هذا اِلاّٰ لهوانه" [1]

جس بندے کو پروردگار عالم دوست رکھتا ہے اور کسی حاجت کے متعلق وہ خدا سے دعا کرے تو اس کی حاجت کے لئے مأمور فرشتہ سے کہا جاتا ہے :میرے بندے کی حاجت پوری کرو لیکن جلدی نہ کرو اس لئے کہ مجھے اس کی ندا وصدا سننا پسند ہے ۔

اور وہ بندہ جو خدا کا دشمن ہے اور جب وہ کسی امر میں دعا کرے تو اس کی حاجت کے لئے مأمور فرشتہ سے کہا جاتا ہے :اس کی حاجت جلدی پوری کرو کیونکہ اس کی ندا وآواز مجھے پسند نہیں ہے ۔

حضرت نے فرمایا: لیکن لوگ یوں کہتے ہیں کہ دوسری قسم کے لوگوں کی حاجت پوری نہیں ہوئی مگر خدا کے نزدیک ان کی کرامت کی وجہ سے، اور پہلے قسم کے لوگوں کی حاجت روا ہونے میں تاخیر نہیں ہوئی مگر ان کے بارگاہ خدا میں پست ہونے کی وجہ سے ۔

---

[1] بحارالانوار:۳۷۴/۹۳

حضرت امام صادق علیہ السلام ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

"لایزال المؤمن بخیر ورخاء ورحمة من اللّٰہ مالم یستعجل فیقنط فیترک الدعاء، قلت لہ: کیف یستعجل؟

قال: یقول: قد دعوت منذ کذا وکذا، ولاأری الاجابة" ۱؎

مؤمن جب تک جلدی نہ کرے، پشیمان نہ ہو اور دعا سے ہاتھ نہ اٹھا لے، وہ ہمیشہ خیر وآسائش اور رحمت الٰہی میں ہے۔

ہم نے امامؑ سے عرض کیا: کیسے جلدی کرتا ہے؟

حضرت نے فرمایا: کہتا ہے ایک مدت سے پروردگار سے دعا کر رہا ہوں مگر وہ قبول نہیں ہوتی۔

اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"اِنّ المؤمن لیدعو اللّٰہ في حاجتہ فیقول عزّ وجلّ: أخّروا اِجابتہ، شوقاً اِلی صوتہ ودعائہ، فاذا کان یوم القیامة قال اللّٰہ: عبدي دعوتني وأخّرت اِجابتک وثوابک کذا وکذا، ودعوتني فی کذا وکذا فأخّرت اِجابتک وثوابک کذاً

قال: فیتمنّی المؤمن أنّہ لم یستجب لہ دعوة فی الدنیاممّا یری من حسن الثواب" ۲؎

۱؎،۲؎۔ بحار الانوار: ۹۳/۳۷۴

بندۂ مومن خدا سے اپنی حاجت کے لئے دعا کرتا ہےتو پروردگارعالم فرماتا ہےاس کی دعا کی اجابت میں تاَخیر کرو چونکہ مجھےاس کی آواز اور دعا سننے کا اشتیاق ہے ۔اور جب قیامت کادن ہوگاتو پروردگار عالم فرمائے گا:میرے بندے!تو نے مجھ سے دعا کی اور میں نے اسے قبول کرنے میں تاَخیر کی اوراب یہ اس تاَخیر کا ثواب اورجزا ہے جوتو نے مجھ سے فلاں مورد میں بھی دعا کی تھی اور میں نے اس کا جواب دینے میں تاَخیر کی،اب یہ اس کی جزا و ثواب ہے۔

حضرت نے فرمایا:اس روزمومن آرزو کرے گا کہ اے کاش!دنیا میں اس کی کوئی دعا مستجاب نہ ہوتی اور یہ وہ وقت ہوگا جب آخرت میں اس کی نیک جزا دیکھے گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"رحم اللّٰه عبداً طلب من اللّٰه حاجة فألحّ فی الدعاء، اُستجیب له أولم یستجب له،وتلا هذه الآیة:﴿وَأَدْعُو رَبِّي عَسىٰ أَنْ لاَ أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيّاً﴾ ۱، ۲

رسول خداؐ نے فرمایا:خداوندا اس بندے پر رحمت کرے کہ جوخدا سےکوئی حاجت طلب کرےاور پھر دعا کرنے میں اصرار کرے،چاہےاس کی دعا مستجاب ہو یا نہ ہواور پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:اوراپنے پروردگار کو ہی پکاروں گا،امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکارنے میں محروم نہیں رہوں گا۔

۱۔سورۂ مریم،آیت:۴۸

۲۔بحارالانوار:۳۷۵/۹۳

توریت میں ذکر ہوا ہے:

یاموسیٰ امن أحبّني لم ینسني، ومن رجا معروفي الحّ في مسألتي.

یا موسیٰ ! إنّي لست بغافل عن خلقي ولکن أُحبّ أن تسمع ملائکتي ضجیج الدعاء من عبادي، وتري حفظتي تقرّب بني آدم إليَّ بما أنا مقوّیهم علیه ومسبّبه لهم،

یاموسیٰ إقل لبني إسرائیل: لاتبطرنّکم النعمة فیعاجلکم السلب، ولاتغفلوا عن الشکر فیقارعکم الذلّ، و ألحوّ في الدعاء تشملکم الرحمة بالاجابة، وتهنئکم العافیة"[۱]

اے موسیٰ! جو ہمیں دوست رکھتا ہے وہ مجھے فراموش نہیں کرتا، جو مجھ سے خیر کی امید رکھتا ہے وہ اپنی دعا پر اصرار کرتا ہے۔

اے موسیٰ! میں اپنی مخلوقات سے غافل نہیں ہوں لیکن مجھے پسند ہے کہ میرے فرشتے میرے بندوں کا فریاد اوران کی دعائیں اور میرے عرش کے محافظ مشاہدہ کریں کہ انسان اور اولاد آدم دعا اور فریاد (جس کی قوت میں نے خود انہیں عطا کی ہے اور دعا کے اسباب بھی انہیں فراہم کئے ہیں) کے ذریعہ کس طرح مجھ سے نزدیک ہوتے ہیں۔

اے موسیٰ! بنی اسرئیل سے کہہ دو: نعمت اور آسائش تمہیں ناشکری اور غرور میں مبتلا نہ کر دے کیونکہ اس صورت میں جلد ہی تم سے نعمت چھین لی جائے گی اور حمد وشکر سے غفلت نہ کرو

۱۔ بحارالانوار:۳۷۵/۹۳

تا کہ ذلت ورسوائی تمہارے دامن گیر نہ ہو، دعا میں اصرار کرو تا کہ رحمت الٰہی دعا کی اجابت کی صورت میں تمہارے شامل حال ہو اور عافیت وسلامتی سے سرفراز رہو۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لایلحّ عبد مؤمن علی اللّٰہ فی حاجتہ الاّ قضاھالہ" [۱]

کوئی ایسا بندہ نہیں ہے، جو اپنی حاجت پر اصرار کرے اور خدا اس کی حاجت روائی نہ کرے۔

منصور صیقل کا بیان ہے: **"قلت لأبی عبداللّٰہ علیہ السلام: ربّما دعا الرجل فاستجیب لہ ثمّ أُخّر ذلک الیٰ حین؟**

قال:فقال علیہ السلام: نعم

قلت: ولم ذلک لیزداد من الدعاء؟قال: نعم" [۲]

میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ممکن ہے کہ بعض اوقات ایک شخص دعا کرے اور وہ مستجاب ہو لیکن ایک مدت تک اس میں تاخیر ہو؟ آنحضرتؑ نے فرمایا: ہاں

ہم نے عرض کیا: ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا اس لئے کہ دعا زیادہ کرے؟

حضرت نے فرمایا: ہاں۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ دعا کے شرائط اور آداب کا نہایت اہم حصہ تھا اب ہم بعض امور کو زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کریں گے۔

۱،۲۔ بحار الانوار: ۳۷۵/۹۳

دعا پڑھنے میں مداومت کی اہمیت

مقصد تک پہنچنے اور حاجت کے حصول کے لئے دعاؤں میں تکرار و دوام کا بہت اہم کردار ہے۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے کہ جو افراد بھی دعاؤں کی کتابوں سے سروکار رکھتے ہیں انہیں ان پر توجہ کرنی چاہئے کیونکہ اکثر افراد اس کی قدرت و توانائی نہیں رکھتے کہ ایک دعا یا ایک زیارت پڑھنے کے ذریعہ یا ایک ذکر کرنے یا ایک ختم پڑھنے سے اپنی حاجت پوری کر لیں اور اپنی مراد و مقصود تک پہنچ جائیں۔

اس مطلب کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: بہت سے جسمانی امراض میں اگر بیماری ابتدائی مرحلہ میں ہو یا ابھی شروع ہوئی ہو اور پیچیدہ نہ ہو تو صرف ایک نسخہ سے اس کا علاج کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر مرض طولانی ہو جائے یا انسان کے بدن میں اس کی جڑیں مضبوط ہو جائیں تو ظاہری بات ہے ایسی بیماری کا علاج ایک نسخے یا ایک دوا کے ذریعہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے علاج کے لئے طویل مدت تک دوا استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی۔

روحانی بیماریوں میں بھی یہی صورت حال ہے اگر کوئی شخص کسی اہم روحانی بیماری میں مبتلا ہو جائے یا وہ اہم نہ بھی ہو لیکن وقت گذرنے کی وجہ سے روح میں اس کی جڑیں مضبوط ہو گئی ہوں اور وہ اس کا عادی بن گیا ہو تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ایک بار دعا پڑھنے سے ایسے افراد کی مشکلات برطرف نہیں ہوں گی بلکہ دعا پڑھنے میں تکرار و دوام کی ضرورت ہے جیسا کہ بعض جسمانی بیماریوں میں انسان کو دوا کے بار بار استعمال اور دوا جاری رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس بناء پر جس طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے دوا جاری رکھتے ہیں تا کہ دوا پوری طرح اپنا اثر دکھائے اسی طرح جن موارد میں دعا کی ضرورت ہے، ان میں دعا پڑھنا جاری رکھیں تا کہ اس کا اثر ظاہر ہو جائے۔

البتہ ممکن ہے بعض افراد ایک دعا یا کسی ذکر یا اسمائے الٰہی میں سے کوئی ایک اسم پڑھنے کے ذریعہ نتیجہ و مقصد تک پہنچ جائیں۔ لیکن اس طرح کے افراد نایاب یا کمیاب ہوتے ہیں لہٰذا عام لوگوں کو اس طرح کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ ان کی طرح یہ بھی صرف ایک مرتبہ دعا کرنے سے ہی اپنا مقصد حاصل کر لیں۔

یہ ایک وجہ ہے کہ روایات میں دعا کی تکرار و دوام اور پابندی کے متعلق بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔

دعا کی قبولیت میں یقین کی اہمیت

دعا کی قبولیت میں دو چیزیں بنیادی تأثیر کی حامل ہیں:

۱۔ موانع برطرف کرنا: یعنی قلبی رکاوٹوں کو دور کرنا اور دل سے باطنی تاریکی کے پردوں کو ختم کرنا۔

۲۔ مقتضی کا موجود ہونا: یعنی باطنی نورانیت و پاکیزگی پیدا کرنا۔

انسان کی دعا کا تیر نشانہ پر لگے اس کے لئے ان دو چیزوں کی ضرورت ہے لہٰذا ان دونوں چیزوں کو مہیا کرے تا کہ اضطرار کی نوبت نہ آئے۔

اس بنا پر پہلے تو دل سے تاریکیوں کے پردے برطرف کر دیئے جائیں اور ثانیاً اس کی

جگہ پرانوارالٰہی کو جاگزیں کریں۔اور''یقین''یہی کام انجام دیتا ہے یعنی یہ دل سے ظلمت وتاریکی اورشک کودور کرتا ہےاوردل کے اندرپاکیزگی اورنورانیت بھی پیدا کرتا ہے۔

وہ تمام افرادصحیح معارف اورعقائد میں یقین کی منزل پر پہنچے جو پاکیزہ اورنورانی قلب کے مالک تھےاس لئے کہ یقین پیدا ہونے کالازمہ قلب میں نورانیت کا پیدا ہونا ہےاورنور یقین جیسا کوئی نورنہیں ہے۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"لانور کنورالیقین" [۱]

نوریقین کی مانندکوئی بھی نورنہیں ہے۔

واضح ہے کہ جب دل میں یقین پیدا ہو جائے اورقلب منور ہو جائے تواس سے تاریکیاں دورہوجاتی ہیں کیونکہ نوروظلمت ایک جگہ پرجمع نہیں ہوسکتے۔لہٰذا یقین پیدا کرنے سےان تمام تاریکیوں کودورکیا جاسکتا ہے جودعا کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ ہیں اورپاکیزگی ونورانیت کوبھی پیدا کیاجاسکتا ہے جودعا کی قبولیت کے لئےضروری ہیں۔

اب دعا کی قبولیت میں یقین کی اہمیت سے مزیدآشنا ہونیکے لئےایک اہم واقعہ کی طرف توجہ فرمائیں جسے ہم نے کتاب''کامیابی کےاسرار'' کی پہلی جلد میں بیان کیا ہے:

اگر﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾یقین سے پڑھی جائےتواس کے بہت نمایاں اثرات ہیں۔آیت اللہ العظمٰی خوئی قدس سرہ نےاس کےاثرات کے متعلق استادالفقہا مرحوم مرزاشیرازی کےخادم سےایک بہت ہی پیاراواقعہ نقل کیا ہے،ان کا بیان ہے:

مرحوم مرزاشیرازی کاایک دوسراخادم بھی تھا جس کانام''شیخ محمد''تھامرحوم کےانتقال

---

[۱]۔بحارالانوار:۷۸/۱۶۵

کے بعد اس نے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیا۔ایک دن ایک آدمی شیخ محمد کے پاس آیا اس نے دیکھا کہ شیخ نے غروب کے وقت چراغ کو پانی سے پر کیا اور پھر روشن کر دیا اور چراغ اچھی طرح جلنے لگا اس شخص کو بہت تعجب ہوا اور اس کی علت پوچھی؟

شیخ محمد نے جواب دیا: مرحوم مرزا بزرگ کے انتقال کے بعد آنجناب کی جدائی وفراق اورغم واندوہ کی وجہ سے میں نے لوگوں کے ساتھ معاشرت ختم کر دی اور گوشہنشینی اختیار کر لی۔ میرا دل بہت بھرا رہتا اور میں شدید حزن واندوہ میں مبتلا رہتا تھا۔

ایک دن شام کے وقت ایک جوان میرے پاس عرب طالب علم کی صورت میں آیا ،مجھے اس سے انس بھی ہوگیا اور وہ غروب تک ہمارے پاس ہی رہا اس کی گفتگو اتنی دلنشین تھی کہ میرا تمام غم واندوہ برطرف ہوگیا اس کے بعد بھی وہ کئی بار آیا اور ہمیں اس سے خاص لگاؤ ہوگیا ایک دن وہ مجھ سے گفتگو کر رہا تھا لیکن اس درمیان ہمیں یاد آیا کہ آج چراغ میں تیل نہیں ہے اور چونکہ اس وقت رسم یہ تھی کہ دکانیں غروب کے وقت بند ہوجاتی تھیں اس لئے ہمیں اس وقت فکر ہوئی کہ اگر اس سے اجازت لے کر تیل خریدنے کے لئے باہر جاتا ہوں تو میں اس کی گفتگو سے محروم ہو جاؤں گا اور اگر تیل نہ خریدوں تو رات تاریکی میں گزارنا پڑے گی ۔وہ میری اس کیفیت کی طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ آج ہماری باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔

میں نے کہا: میری توجہ آپ کی طرف ہے۔

فرمایا: نہیں، میری باتوں پر تم ٹھیک طرح سے توجہ نہیں دے رہے ہو۔

میں نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ آج چراغ کے لئے تیل نہیں ہے۔

فرمایا: بہت تعجب ہے! ہم نے تمہارے لئے اتنی ساری حدیثیں بیان کیں اور تمہیں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کی فضیلت کے متعلق بتایا تم اتنا فائدہ نہ اٹھا سکے کہ مٹی کا تیل خریدنے سے بے نیاز ہو جاؤ؟!

میں نے کہا: مجھے یاد نہیں ہے کہ آپ نے اس قسم کی کوئی حدیث بیان فرمائی ہو۔

فرمایا: تم بھول گئے اور پھر فرمایا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے خواص میں یہ ہے کہ اگر تم کسی مقصد سے اسے پڑھو تو تمہیں وہ مقصود حاصل ہو جائے گا،

تم اپنے چراغ کو پانی سے بھر دو اور اس قصد سے کہ پانی میں مٹی کے تیل کی خاصیت پیدا ہو جائے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھو۔

میں یہ بات مان کر اٹھا اور چراغ کو پانی سے بھرا اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھی۔ اور پھر جب اسے روشن کیا تو وہ روشن ہو گیا اس وقت سے جب بھی یہ خالی ہوتا ہے اسے پانی سے بھرتا ہوں اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر اسے روشن کرتا ہوں۔

مرحوم آیت اللہ خوئی اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: تعجب کا مقام یہ ہے اس واقعہ کو بتانے کے بعد شیخ محمد کے عمل سے اثر ختم نہیں ہوا۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اگر یقین اور اعتقاد کے ساتھ ایک بار ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھی جائے تو اس کے غیر معمولی اور تعجب آمیز نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو اسم اعظم جانتے ہیں وہ بھی ان اسماء کو پڑھتے ہیں جنہیں لوگ عام طور سے استعمال کرتے ہیں لیکن جو چیز ان کے عمل کو دوسروں سے ممتاز کر دیتی ہے وہ صرف ان کا یقین ہے کیونکہ ان کا یقین اس اسم کے اثر میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے جسے وہ تلفظ کرتے ہیں۔

یقین اوراس کے حیرت انگیز آ ثار

چونکہ یقین بنیادی حیثیت اوراہم آ ثار کا ما لک ہےلہذا اس کیبارے میں بحث کوجاری رکھتے ہوئے اس کے متعلق ایک مختصر مقدمہ بیان کرتے ہیں:

عرفان اورمعنویت کی راہ میں کوشش کرنے والے بہت سے افراد سب سے پہلے اپنی راہ میں رکاوٹ کوپہچاننا چاہتے ہیں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جنہوں نے ان کا راستہ بند کر رکھا ہےاور رکود کی صورت پیدا کردی ہے اورجوان کی معنوی ترقی وپیشرفت کی راہ میں رکاوٹ ہیں بلکہ بعض اوقات روحانی تنزلی اور پسماندگی کا بھی باعث بنتے ہیں۔

تنزل اوررکود کا باعث بننے والے وہ کون سے عوامل ہیں؟انہیں کیسے پہچانا جا سکتا ہے؟ سب سے زیادہ اہم یہ کہ انہیں کس طرح ختم اورنابود کیا جاسکتا ہے؟

یہ وہ اہم سوالات ہیں جومعنوی امور کے متلاشی بہت سے افراد کے لئے پیش آتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ کس طرح اپنی مشکل حل کریں؟ کس طرح اپنے سوالات کا جواب حاصل کریں؟

ان سوالات کے ساتھ دوسرے بنیادی سوال بھی پیش آتے ہیں کہ جن کا جواب حاصل کرنے کے بعد پہلے والی مشکلات آسان ہوجاتی ہیں وہ یہ کہ کیا عرفان کی راہ طے کرنے او راس راستہ کو پہچاننے کے لئے کہ جو عالم معنی تک پہنچادے موانع کی شناخت ضروری ہے؟

کیاانسان کی ترقی میں جمود وتوقف اوربعض اوقات تنزل کا سبب بننے والے امور کو پہچاننا ضروری ہے تا کہ انہیں پہچاننے کے بعد انہیں برطرف کرنے کی کوشش کی جائے یا پھر کوئی ایسا راستہ ہے کہ جس کے طے کرنے کے بعد ساری رکاوٹیں ختم ہوجائیں اورمنزل مقصود

پر پہنچنا ممکن ہوجائے؟ کیا کوئی ایسا ذریعہ ہے جو ہر طرح کے زہر کے اثر کو ختم کردے؟

اگر کوئی ایسی چیز ہو جو ہر طرح کے درد کا علاج ہو اور ہر طرح کے زہر کے اثر کو نابود کردے تو ہمیں ہر صورت میں اسے حاصل کرنے کی کوشس کرنی چاہئے اور پھر اس زہر کو پہچاننے کی ضرورت نہیں ہے جس میں انسان گرفتار ہے۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ ایسے بھی راستے ہیں جن کی شناخت کے بعد سو سالہ راہ کو ایک ہی شب میں طے کیا جاسکتا ہے اور ایسے عوامل ہیں کہ جن کے ہونے کے بعد رکاوٹوں کی شناخت کے بغیر انہیں راستے سے ہٹا کر منزل مقصود تک پہنچا جاسکتا ہے۔

مرحوم محدث نوریؒ یقین کو انہیں عوامل میں سے قرار دیتے ہیں اور یقین کی تاثیر اس قدر زیادہ ہے کہ رکاوٹوں کے جزئیات کو پہنچانے بغیر ان کے آثار کو نابود کر کے انسان کی ترقی کے اسباب فراہم کئے جاسکتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: جو اپنے دل کو بری صفات سے پاک کرنا اور پسندیدہ صفات سے آراستہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ قلبی بیماریوں کی جزئیات وعلاج اور اس کی ضد کی شناخت کی زحمت برداشت کرنے کی بجائے نور یقین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ایسا یقین جو دل میں جگہ بنالے وہ خود بخود دل کو تمام آلودگیوں سے پاک کردے گا اور تمام پسندیدہ صفات کے نور سے منور کردے گا اس لئے کہ یقین کے بغیر قلبی وروحانی امراض کو دور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اپنے اندر پسندیدہ خصلت پیدا کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں ان تمام پسندیدہ عادتوں کو یقین کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے[1]

۱۔ دار السلام: ۱۵۰/۳

اس کے بعد مرحوم محدث نوریؒ فرماتے ہیں: جوئے شیر لانا، یقین کی منزل پیدا کرنے سے کہیں آسان ہے لیکن جو اس کا مالک ہو اس کا دل ایسا نورانی ہو جاتا ہے کہ رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں یا کم سے کم وہ بے اثر ہو جاتی ہیں۔

ہم یہاں اسی پر ہی اکتفا کرتے ہیں اس سے زیادہ تفصیل کے طالب کتاب" کامیابی کے اسرار") کی پہلی جلد کے باب یقین کی طرف رجوع کریں۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا ضروری ہے

سب سے ضروری اور اہم ترین دعا کہ غیبت کے زمانے کے لوگوں کو یہ دعا ضرور کرنی چاہئے اور یہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے لئے دعا ہے کیونکہ آنحضرتؑ ہمارے سید و سردار اور ہمارے زمانے کے مالک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ صاحب امر، ولی اور تمام کائنات کے سرپرست ہیں۔

لیکن کیا آپ سے غافل ہوا جا سکتا ہے؟ جب کہ آنحضرت ہمارے امام ہیں اور امام سے غفلت یعنی اصول دین میں سے ایک اصل سے غفلت ہے۔

اپنے لئے اور اپنے اقرباء و احباب کے لئے دعا کرنے سے پہلے حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کرنا ضروری ہے۔

مرحوم سید بن طاؤس کتاب "جمال الاسبوع" میں لکھتے ہیں:

ہمارے ہادی و رہنما علیہم السلام امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کے متعلق خاص اہمیت کے قائل تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؑ کے لئے دعا اہل اسلام و ایمان کے

اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ہم نے ایک روایت نقل کی کہ امام صادق علیہ السلام نماز ظہر کی تعقیب میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے حق میں مکمل دعا کیا کرتے تھے اور پھر اپنے لئے دعا کرتے تھے۔

ہم نے اعمال شب وروز کے بابٔمیں نماز عصر کی تعقیبات میں ایک حصہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دعا سے مخصوص کیا ہے۔

اگر کوئی چاہے کہ اس عمل کی دلیل بیان کرے تو یہ واضح ہے کہ جو اسلام میں ان دو بزرگ ہستیوں کے مقام وحیثیت کو پہچان لےتو ان دونوں ہستیوں کا یہی کام بہت خوبصورت دلیل ہوگی۔[1]

نیز سید بن طاؤس برادران دینی کے لئے دعا کے فضائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اگر دینی بھائیوں کے لئے دعا اس قدر ثواب وفضیلت رکھتی ہےتو تمہارے اس سلطان (عج) کے لئے دعا کی فضیلت کیا ہوگی جو کہ تمہاری خلقت کا باعث ہے؟نیز یہ عقیدہ کہ اگر آنحضرتؑ نہ ہوتے تو پروردگار عالم تم کو خلق نہ کرتا ان کا مرتبہ بہت بلند اور عالی ہے۔

اگر یہ امام نہ ہوتے تو نہ صرف ان کے زمانے میں بلکہ تمہارے زمانے میں بھی کسی مکلف کا وجود نہ ہوتا۔یہ اس امام کا مقدس وجود ہے جو تمہارے اور دوسروں کے لئے لطف پروردگار کا سبب ہےاور بشریت کی تمام خوبیاں اسی کے طفیل ہیں۔پرہیز کریں!پرہیز کریں!کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دوسرے فرد کو دوستی ودعا میں آنحضرتؑ پر مقدم کردیں۔اس عظیم الشأن مولا کے حق میں دعا کرنے کے لئے اپنے دل وزبان کو ایک کرلیں۔

۱۔جمال الاسبوع:۳۰۷

ہم نے جو کچھ عرض کیا اس سے آپ کہیں یہ خیال نہ کریں کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہماری دعا کے محتاج ہیں۔ اگر کسی کا ایسا عقیدہ ہو تو وہ اپنے عقیدے اور دوستی میں بیمار ہے بلکہ ہم نے جو کچھ عرض کیا اس کا یہ مقصد تھا کہ ہم آپ پر آنحضرتؑ کے عظیم حق اور بزرگ احسان کو بیان کریں تا کہ آپ اسے پہچان سکیں۔

یہ ظاہری بات ہے کہ اگر آپ اپنے اور اپنے عزیز و اقربا کے لئے دعا کرنے سے پہلے آنحضرتؑ کے لئے دعا کریں تو پروردگار عالم باب اجابت کو آپ پر جلدی کھولے گا اس لئے کہ اے بندہ خدا ! تو نے باب اجابت دعا کو اپنے مظالم سے خود ہی بند کر دیا ہے۔

لہٰذا اگر مولا کے لئے دعا کے ذریعہ خداوند متعال اور زندوں اور مردوں کے مالک و مختار کے حضور میں جائیں اور دعا کریں تو امید ہے کہ آپ کے لئے اس بزرگ ہستی کی وجہ سے باب اجابت کھل جائے تا کہ آپ اور جن کے لئے آپ نے دعا کی ہے، ان سب کے لئے فضل الٰہی شامل حال ہو سکے اور اس کی رحمت، کرم اور عنایت ہماری طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ آپ نے اپنی دعا میں اس کی رسی کو تھام رکھا ہے۔

ممکن ہے کہ آپ یہ کہیں: ''میں ایسے افراد کو جانتا ہوں جو کہ میرے اساتذہ میں سے ہیں مگر وہ بھی یہ عمل انجام نہیں دیتے''، لیکن میں جانتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے مولا صلوات اللہ علیہ سے غفلت برتی اور ان کے متعلق کوتاہی اور سستی کی۔

اس اشکال کے جواب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے جو کام کہا ہے، اسے انجام دیجئے کیونکہ یہ حقیقت واضح و روشن ہے کہ جو ہمارے مولا کے متعلق سہل انگاری کرے اور سستی دکھائے تو خدا کی قسم وہ ایسے شبہ میں مبتلا ہو گا کہ جو اس کی رسوائی کا باعث بنے

گا۔ پھر سید بن طاؤسؒ فرماتے ہیں: کیا آپ سوچ رہے ہیں کہ اس بارے میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی کیا رائے ہے؟ کیا انہوں نے آپ کی طرح کبھی بھی آنخضرتؑ کے لئے دعا کی اہمیت سے لاپرواہی کی اور اسے سبک شمار کیا؟

اس بناء پر واجب نمازوں میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور ان لوگوں کے لئے زیادہ دعا کرنے سے گریز نہ کریں کہ جن کے لئے دعا کرنا جائز ہے۔

میں اپنی سند سے محمد بن علی بن محبوب سے روایت نقل کرتا ہوں جو کہ اپنے زمانہ میں اہل قم کے عالم دین تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''المصنف'' میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''کلّما کلّمت اللّٰہ تعالیٰ فی صلاۃ الفریضۃفلیس بکلام''

واجب نماز میں خدا سے جو کلام کرے، وہ نماز کو باطل کرنے والا کلام نہیں ہے۔

نیز سیدؒ فرماتے ہیں: جو ہم نے بیان کیا اس کی بنا پر اب ہمارے پاس آنخضرتؑ کے لئے دعا نہ کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں بچتا۔[1]

کتاب ''مکیال المکارم'' میں ذکر ہوا ہے: آیات قرآن اور روایات کی بنیاد پر دعا اہم ترین عبادت میں سے ہے اور اس میں شک وشبہ نہیں ہے کہ انسان کی سب سے اہم اور باعظمت دعا اس کے لئے ہے کہ پروردگار عالم نے جس کے حق کو اور جس کے لئے دعا کرنے کو سب پر واجب قرار دیا ہے اور اسی کے وجود کی برکت سے تمام مخلوقات تک نعمت الٰہی پہنچ رہی ہے۔

---

1 فلاح السائل:۴۴

نیز اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ خدا کے ساتھ مشغول رہنے سے مراد اس کی عبادت میں مصروف رہنا ہے پس امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے ہمیشہ دعا کرنا خدا کی عبادت واطاعت کی توفیق کا باعث بنے گا اور خدا اسے اپنے اولیاء میں قرار دے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مولا حضرت حجت ارواحنا فداہ کے لئے دعا میں پابندی کرنا اور آنحضرتؑ کے ظہور میں تعجیل کے لئے پروردگار عالم سے دعا کرنا اور اس عظیم امامؑ کے غم و اندوہ کو برطرف کرکے نشاط پیدا کرنا خدا کی محبت تک رسائی اور عبادت الٰہی کی توفیق کے حصول کا باعث ہے۔پس مومنوں پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ اس اہم ترین فریضہ کی طرف خاص توجہ دیں۔جو واقعہ ہماری گفتگو کی تائید کرتا ہے وہ یہ ہے کہ میرے ایک عزیز برادر ایمانی (خدا ان کا سایہ سلامت رکھے) جناب مرزا محمد باقر اصفہانی کہتے ہیں:

میں نے انہی چند راتوں میں عالم مکاشفہ (خواب اور بیداری کی درمیانی حالت) میں حجت خدا اور اپنے آقا و مولا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا:

اپنی تقریروں میں لوگوں سے کہو اور انہیں حکم دو کہ توبہ کریں اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کریں اور یہ دعا نماز میت کی طرح واجب کفائی نہیں ہے کہ جو کچھ لوگوں کے انجام دینے سے دوسروں سے ساقط ہو جائے بلکہ یہ پنجگانہ نماز کی طرح ہے کہ جو ہر بالغ و عاقل پر واجب ہے.....[۱]

مذکورہ مطالب سے واضح ہو گیا کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے لئے دعا کرنا ضروری ہے۔

۱۔فلاح السائل:۴۴

کائنات کی سب سے مظلوم ہستی

ہم نے حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کی ضرورت کو بیان کیا لیکن افسوس ہے کہ آج نہ صرف فردی عبادات میں بلکہ بہت سی اجتماعی مذہبی مجالس میں بھی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی یاد اور ان کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا سے غفلت برتی جاتی ہے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ ابھی تک ہم کس حد تک آنحضرتؑ سے غافل رہے ہیں تو احساس ہوگا کہ آنحضرتؑ کائنات کی سب سے مظلوم ہستی ہیں۔

اب ہم آنحضرتؑ کی مظلومیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ حجۃ الاسلام والمسلمین مرحوم حاج سید اسماعیل شرفی نے نقل کیا ہے:

میں مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں مصروف تھا چونکہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کے سرہانے زائرین کی دعا مستجاب ہوتی ہے، اس لئے اس جگہ پروردگار عالم سے دعا کی کہ ہمیں حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں مشرف فرمائے اور میری آنکھوں کو ان کے جمال پرنور سے منور فرمائے۔

میں زیارت میں مصروف تھا کہ اچانک خورشید تاباں کا جمال ظاہر ہوا۔ اگرچہ اس وقت میں آنحضرتؑ کو نہ پہچان پایا لیکن شدت سے ان کی طرف مائل ہو گیا، سلام کے بعد آنحضرتؑ سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟

فرمایا: میں کائنات کی سب سے مظلوم ذات ہوں۔

میں سمجھ نہ پایا اور اپنے آپ سے کہنے لگا شاید آپ نجف کے بزرگ علماء میں سے ہیں لیکن چونکہ لوگ ان کی طرف راغب نہیں ہوئے ہیں اس لئے خود کو کائنات کی سب سے مظلوم

ذات سمجھتے ہیں لیکن اسی وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی بھی میرے ساتھ موجود نہیں ہے۔

اب میں سمجھا کہ کائنات میں سب سے مظلوم ذات امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے سوا کوئی اور نہیں ہے اور میں نے آنحضرتؑ کے حضور کی نعمت کو جلدی ہاتھ سے گنوا دیا۔

۲۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید احمد موسوی حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے شیدائیوں میں سے ہیں انہوں نے حجۃ الاسلام والمسلمین عالم ربانی مرحوم حاجی شیخ محمد جعفر جوادی سے نقل کیا ہے کہ آپ عالم کشف وشہود میں حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت میں مشرف ہوئے اور آپؑ کو بہت ہی غمگین پایا آپ سے آپ کا حال معلوم کیا تو آنحضرتؑ نے فرمایا: میرا دل خون ہے! میرا دل خون ہے!

۳۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عالم مکاشفہ میں قم کے ایک عالم دین سے فرمایا:

"......ہمارے مہدی اپنے زمانہ میں مظلوم ہیں جہاں تک ہو سکے مہدی کے متعلق بیان کرو اور لکھو، اور اگر اس معصوم کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہا تو گویا تمام معصومین علیہم السلام کے بارے میں کہا ہے چونکہ تمام معصومین علیہم السلام ولایت و امامت میں ایک ہی ہیں اور چونکہ یہ زمانہ مہدی کا زمانہ ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ آپ کے متعلق زیادہ گفتگو کی جائے"۔

آخر میں فرمایا: میں پھر تاکید کر رہا ہوں کہ ہمارے مہدیؑ کے بارے میں زیادہ بیان کرو اور لکھو، ہمارے مہدیؑ مظلوم ہیں اور ان کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا اور لکھا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ لکھنا اور بیان کرنا چاہئے تھا۔[1]

۱۔ بوستان ولایت: ۱۸/۲

مرحوم حاجی شیخ رجب علی خیاط کی ایک نصیحت

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی مظلومیت سے آگاہ ہوجانے کے بعد ہمیں غور کرنا چاہئے کہ آنحضرت کے لئے دعا کرنے سے ہمارا ہدف مختلف مقامات تک پہنچنا نہ ہو بلکہ تقرب الٰہی اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی رضایت وخوشنودی کو معیار قرار دیں۔

اب اس اہم واقعہ کی طرف توجہ فرمائیں:

حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے منتظر مرحوم شرفی بیان کرتے ہیں:

جب میں تبلیغ کے لئے مشہد مقدس سے دیہاتوں میں جایا کرتا تھا تو ایک مرتبہ رمضان المبارک کے ایام میں ایک سفر کے دوران مجھے اپنے ایک دوست کے ساتھ تہران میں حاجی شیخ رجب علی خیاط سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، جو ہمیشہ سے انتظار کی راہ میں ثابت قدم رہا اور ہم نے ان سے راہنمائی کی درخواست کی۔

انہوں نے ہمیں آیت کریمہ ﴿وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰہ... ﴾ کے ختم کا طریقہ سکھایا [۱] اور فرمایا: پہلے صدقہ دو اور چالیس دن روزہ رکھو اور یہ ختم روزہ کی حالت میں انجام دو۔

حاجی شیخ رجب علی خیاط نے جو اہم نکتہ بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ اس ختم سے تمہارا مقصد یہ ہو کہ امام رضا علیہ السلام سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تقرب طلب کرو اور مادی حاجتیں مدنظر نہ رکھو۔

۱۔ اس ختم کا حکم رسول اکرمؐ سے نقل ہوا ہے اور مرحوم آیت اللہ حاجی علی اکبر نہاوندی نے اسے کتاب "گلزار اکبری" میں روایت کیا ہے۔

مرحوم آقا شرفی نے فرمایا: میں نے ختم شروع کیا لیکن اسے جاری نہ رکھ سکا، لیکن میرا دوست کامیاب ہوگیا اور اس نے اسے مکمل کرلیا اور جب ہم مشہد پہنچے تو وہ امام رضا علیہ السلام کے حرم میں زیارت سے مشرف ہوا تو وہ متوجہ ہوا کہ آنحضرت کو نور کی شکل میں دیکھ رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اس میں یہ حالت قوی ہوتی گئی اور اب وہ آنحضرت کو دیکھنے اور آپ سے بات کرنے پر قادر ہوگیا تھا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے سے ہمارا مقصد ایک اہم نکتہ ہے کہ جس کی دعاؤں اور توسلات میں رعائت کی جائے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ نماز ادا کرنے، دعائیں پڑھنے اور توسلات..... میں اخلاص کی رعائت کرنے کے علاوہ انہیں انجام دینے کا مقصد خدا کا تقرب ہونا چاہئے تا کہ اہلبیت اطہار علیہم السلام سے بھی نزدیک ہو جائے یعنی اپنے اعمال، خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت کی نیت سے انجام دے نہ کہ مقام ومنصب کے حصول لئے۔

مشہور روحانی افراد میں سے ایک صاحب دعاؤں اور ختم کے ذریعہ بہت سے افراد کی مشکلات حل کرتے تھے۔ انہوں نے ایک شخص سے ملاقات کی جسے وہ صاحب بصیرت سمجھتے تھے اور اس سے سوال کیا کہ آپ کے خیال میں خدا کے نزدیک میرا مقام ومرتبہ کیا ہے؟

انہوں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد جواب دیا: تم نے الٰہی امور میں بہت زیادہ دخل اندازی کی ہے!

اس بناء پر دعا کرنے والے کو کبھی بھی دعاؤں سے غلط استفادہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ انہیں پروردگار عالم کی اطاعت وبندگی کے قصد سے انجام دینا چاہئے نہ کہ اس کے ذریعہ خدائی امور میں دخالت کرے اور نہ ہی اسے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ذریعہ بنانا چاہئے۔

مرحوم شیخ حسن علی اصفہانی کا ایک اہم تجربہ

اب ہم انتظار کے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مرحوم شیخ حسن علی اصفہانی کا ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہیں:

آپ بچپن سے ہی عبادت اور شرعی ریاضت میں مصروف رہتے اور آپ نے بلند روحانی ومعنوی مقاصد تک رسائی کے لئے غیر معمولی اور طاقت فرسا زحمتیں برداشت فرمائیں۔

اس بزرگ نے وہ تمام ذکر، ختم، دعائیں، نمازیں اور قرآنی آیات تحریر کر لیں تھیں جنہیں آپ بچپن سے انجام دیتے رہے اور چونکہ اس کے ضمن میں ایسے اہم نکات اور اسرار بھی تھے جو انتہائی اہمیت کے حامل تھے لہذا انہی اسرار کی وجہ سے آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ ان تک سب کی رسائی ہو۔ اسی لئے آپ انہیں مخفی رکھتے تھے اور دوسروں سے چھپاتے تھے۔

مرحوم والد معظم اس کتاب کے متعلق فرماتے تھے: مرحوم حاج شیخ حسن علی اصفہانی نے اپنی حیات کے آخری ایام میں یہ کتاب مرحوم حاج سید علی رضوی کو دے دی تھی۔[1]

اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد ایک ایسا اہم نکتہ ہے جسے مرحوم حاج شیخ حسن علی اصفہانی نے کتاب کے آخر میں بیان فرمایا ہے اور یہ ان تمام افراد کے لئے بہت اہم درس ہے جو معنویت اور سیر و سلوک کی راہ طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ مرحوم آیت اللہ حاجی سید علی رضوی مشہد مقدس کے ربانی علماء میں تھے اور میرے والد بزرگوار کو ان سے خاص لگاؤ تھا۔

آپ کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

اے کاش! میں نے یہ اذکار، اوراد و وظائف، امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے نزدیک ہونے کے لئے انجام دیئے ہوتے۔

دیکھئے! ایک اہم شخصیت جس کا نام ہر خاص وعام کی زبان پر تھا اور ہے، وہ کس طرح اپنی عمر کے اختتام پر ان تمام زحمتوں اور کوششوں کے بعد آرزو کرتے ہیں کہ اے کاش! میں ان تمام زحمتوں اور رنج ومشقت برداشت کرنے کا ہدف امام زمانہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے تقرب کو قرار دیتا۔

کسی بھی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مرحوم شیخ حسن علی اصفہانی غیر معمولی روحانی قوت رکھتے تھے اور لوگوں میں بہت ہی کم نظیر قدرت کے مالک ہونے کی حیثیت سے معروف تھے لیکن ان سب کے باوجود آرزو کرتے ہیں کہ کاش انہوں نے اپنی ساری جستجو اور کوششیں اپنے وقت کے امام، کائنات کے امیر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے تقرب کی راہ میں کی ہوتیں اور اس اہم قدرت وتوانائی سے مریضوں کو صحت یاب کرنے اور اس طرح کے دیگر امور تک رسائی کے لئے سعی وکوشش نہ کرتا۔

انسانوں کے لئے سب سے بڑا درس یہ ہے کہ وہ جو بھی راستہ طے کریں، اس راہ کے بزرگ افراد کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور اس راہ میں ایک عمر تک تلاش وکوشش کرنے والوں کے تجربات سے سبق حاصل کریں اور ان کے سالہا سال کے تجربات کو اپنے لئے درس عبرت قرار دیں۔ ان کی زندگی کے طویل سفر کے درمیان ہاتھ آنے والے آخری نتیجہ پر پوری توجہ دیں اور اس پر عمل کریں۔

اس نکتہ پر توجہ کریں:

عظیم افراد کے اہم تجربات سے استفادہ کرنا زندگی کی قیمت اور اس کے نتیجہ میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔لہذا کوشش کریں کہ حاجی شیخ حسن علی اصفہانی کی تجربات اور ان کے مکتوبات میں کی گئی تاکید پر عمل کریں۔

ہمیں دعائیں، زیارتیں اور وہ تمام عبادتیں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے تقرب کے لئے انجام دینی چاہئیں۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جس پر عمل کریں تو اپنی زندگی سے پورا پورا نتیجہ حاصل کر سکیں گے۔

ظہور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کی دعا کرنے والے کے لئے آنحضرت کی دعا

''مکیال المکارم'' کے مصنف کہتے ہیں: حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ آنحضرت کی دعا بھی ہمارے شامل حال ہوتی ہے۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ یہ نیکی اور احسان کا تقاضا ہے اور اس مسئلہ میں آنحضرت تمام دیگر انسانوں سے شائستہ ہیں۔ نیز کتاب ''مہج الدعوات'' میں نقل کی گئی دعا میں موجود ہے کہ آنحضرت پروردگار عالم سے اپنے ظہور میں تعجیل کے لئے عرض کرنے کے بعد یوں فرماتے ہیں:

".....وَاجْعَلْ مَنْ یَتْبَعُنِي لِنُصْرَةِ دِیْنِکَ مُؤَیَّدِیْنَ وَفِي سَبِیْلِکَ

مُجَاهِدِيْنَ، وَعَلٰی مَنْ أَرَادَنِي وَأَرَادَهُمْ بِسُوءٍ مَنْصُوْرِيْنَ....."

جو تیرے دین کی **نصرت** میں میری پیروی کرتا ہے اس کی حمایت فرمایا اور اسے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں میں سے قرار دے اور انہیں ان افراد پر غلبہ عطا فرما جو ہماری اور ان کی نسبت برا قصد رکھتے ہیں۔

بلا شبہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور ان کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کرنا آنحضرت ؑ کی پیروی اور **نصرت** کی ایک قسم ہے اور چونکہ دین و ایمان اور **حضرت** امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی **نصرت** کی ایک قسم زبان سے **نصرت** ہے اس لئے آنحضرتؑ کے لئے دعا کرنا زبانی **نصرت** شمار ہوتی ہے اور یہ کسی سے ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح علی بن ابراہیم قمی کا اپنی تفسیر میں بیان ہماری **بات** کی تائید کرتا ہے۔ وہ آیہ مبارکہ ﴿**وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا**﴾[1] "جب مورد تحیت واقع ہو تو اس سے بہتر تحیت سے جواب دو یا کم از کم اسی طرح جواب دو" کی تفسیر میں کہتے ہیں:

یہاں پر تحیت سے مراد سلام اور دوسرے **نیک** اعمال ہیں۔

واضح ہے کہ دعا احسان و نیکی کی سب سے بہتر قسم ہے اس بناء پر اگر مومن اپنے مولا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کرے اور یہ کام مخلصانہ طور پر انجام دے تو اس کا مولا بھی جزا کے طور پر اس کے لئے مخلصانہ دعا کرے گا اور یہ واضح سی **بات** ہے کہ کسی شخص کے لئے آنحضرتؑ کی دعا ہر بھلائی کی کلید اور ہر نقصان و ضرر کو نابود کرنے کا وسیلہ ہے۔

۱۔ سورہ نساء، آیت: ۸۶

ہمارے اس قول پر گواہ کتاب ''خرائج'' میں مرحوم قطب راوندی کا قول ہے، وہ کہتے ہیں: اہل اصفہان کے ایک گروہ (جس میں ابوعباس، احمد بن نصر اور ابوجعفر بن محمد بن علویہ بھی شامل تھے) نے میرے لئے بیان کیا، کہ اصفہان میں عبدالرحمٰن کے نام سے ایک شخص تھا جو کہ شیعہ تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم نے سب لوگوں میں سے امام علی النقی علیہ السلام کی امامت قبول کی اور انہیں اپنا امام وپیشوا قرار دیا ہے؟!

اس نے جواب دیا: ہم نے کچھ ایسی چیزیں دیکھیں جن کی وجہ سے میں نے خود پر لازم جانا کہ میں انہیں اپنا امام قرار دوں۔ میں فقیر تھا لیکن جرأت مند اور قادر الکلام تھا یہی وجہ ہے ایک سال اہل اصفہان نے مجھے شہر سے نکال دیا میں بھی ایک گروہ کے ساتھ شکایت اور انصاف کے لئے متوکل عباسی (جو حاکم وقت تھا) کے دربار میں گیا۔

جب ہم اس کے دربار میں پہنچے تو اسی وقت امام علی نقی علیہ السلام کو حاضر کرنے کا حکم دیا گیا میں نے حاضرین میں سے کچھ افراد سے پوچھا: یہ کون ہے جسے حاضر کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: یہ امام علی علیہ السلام کی اولاد میں سے ان کا ایک فرزند ہے جسے شیعہ اپنا امام ورہبر سمجھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ متوکل نے انہیں قتل کرنے کے ارادہ سے بلایا ہے۔

ہم نے کہا: اس وقت یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک یہ دیکھ نہ لوں وہ کیسے آدمی ہیں؟

کچھ دیر کے بعد اس نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ ایک گھوڑے پر سوار ہوکر تشریف

لائے اور لوگ آپ کے دائیں اور بائیں طرف صف باندھے آپ کو دیکھ رہے تھے اور انہیں دیکھتے ہی میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگئی اور میں نے دل ہی دل میں آپ کے لئے دعا مانگنا شروع کردی کہ پروردگارا! متوکل (لعین) کے شر کو آپ سے دور فرما۔

آنحضرت لوگوں کے درمیان چل رہے تھے اور اپنے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ نہ داہنی طرف دیکھتے تھے نہ بائیں طرف اور میں بھی دل میں حضرت کے لئے دعا کررہا تھا۔ جب آپ میرے نزدیک پہنچے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا:

"استجاب اللّٰہ دعاک وطوّل عمرک وکثّر مالک وولدک"

خدا تمہاری دعا مستجاب کرے، طول عمر دے اور مال واولاد میں کثرت عطا فرمائے۔

آپ کی ہیبت اور وقار سے میرا بدن کانپنے لگا اور میں اپنے دوستوں کے سامنے زمین پر گر پڑا۔ انھوں نے پوچھا: کیا ہوا؟

میں نے کہا: ٹھیک ہوں اور اس واقعہ کو کسی سے نقل نہ کیا۔

اس کے بعد اصفہان واپس آ گیا حضرت کی دعا کی وجہ سے پروردگار عالم نے مال و ثروت کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے، یہاں تک کہ اگر آج اپنے گھر کا دروازہ بند کردوں تو جو سامان گھر کے اندر ہے اس کی قیمت ہزاروں درہم کے برابر ہوگی اور یہ ان اموال کے علاوہ ہے جو گھر کے باہر ہیں پروردگار عالم نے آپ کی دعا کی بنا پر مجھے دس فرزند عطا کئے اور میری عمر ستر سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔

میں نے اس بلند مرتبہ شخص کو اپنا رہبر قرار دیا اور میں انہیں اپنا امام سمجھتا ہوں کیونکہ انہوں نے مجھے میرے ضمیر کے متعلق خبر دی اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی اور خدا نے بھی

آپ کی دعا مستجاب فرمائی ۔

اب میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اے صاحب عقل وشعور! ذرا غور وفکر کرو اور دیکھو کہ ہمارے سید وسردار حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اس اصفہانی شخص کی دعا واحسان کا بدلہ کس طرح چکایا؟ اور اس کے لئے کیسی دعا فرمائی حالانکہ جب اس شخص نے امامؑ کے لئے دعا کی تھی تو وہ امامؑ کے پیروکاروں میں سے نہیں تھا۔

کیا اس واقعہ کے باوجود آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے مولا صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کریں تو آنحضرتؑ آپ کے لئے دعائے خیر نہیں کریں گے جب کہ آپ مومن بھی ہیں؟

نہیں؛ خالق جن وانس کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اگر مومنین اس بارے میں غافل بھی رہیں تب بھی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف مومنین کے لئے دعا کرتے ہیں کیونکہ آپ تمام احسانات اور نیکیوں کے پیکر ہیں ۔

میرے دعویٰ کی تائید کرنے والے امور میں سے ایک یہ ہے کہ میرے بہترین ونیک دوست نے نقل کیا ہے کہ انہیں عالم خواب میں حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آنحضرتؑ نے ان سے فرمایا:

"انی أدعو لکلّ مؤمن یدعو لی بعد ذکر مصائب سید الشهداء علیه السلام فی مجالس العزاء"

ہر وہ مومن جو مجلس سید الشہداء علیہ السلام میں ذکر مصائب کے بعد میرے لئے دعا کرے، میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔

پروردگار عالم سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کرنے کی توفیق کے لئے دعا گوہوں بیشک وہ دعاؤں کو سننے والا ہے [1]

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے مجالس دعا کا انعقاد

جس طرح انسان تنہا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کرتا ہے اسی طرح مل کر دعا کی محافل ومجالس تشکیل دیں اور آنحضرت کے لئے دعا کریں اور آپ کی یاد کو تازہ کریں ۔اس طرح کی مجلس ومحفل میں دعا کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے نیک امور مترتب ہوتے ہیں مثلاً: ائمہ معصومین علیہم السلام کے امر وامامت کو زندہ رکھنا،اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی حدیثوں کو بیان کرنا وغیرہ.....۔

گرانقدر کتاب ''مکیال المکارم'' کے مؤلف کہتے ہیں:امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانے میں لوگوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسی مجالس ومحافل کا انعقاد کریں جن میں ہمارے مولا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو یاد کیا جائے ،اس میں ان کے بے شمار فضائل ومناقب کے بارے میں گفتگو کی جائے،آنحضرت کے لئے دعا ہو اور جان و مال کو اخلاص کے طبق میں رکھ کر حضرتؑ کے سامنے پیش کیا جائے۔

ایسی محافل کا انعقاد دین خدا کی ترویج ،کلمۂ خدا کی سربلندی، نیکی کرنے میں تعاون اور

۱۔مکیال المکارم:۱/۳۳۳

تقویٰ وشعائر الٰہی کی تعظیم اور ولی خدا کی نصرت ہے۔

مذکورہ مطالب سے بڑھ کر ایسی مجالس ومحافل کے انعقاد کی اور بھی بہت اہمیت ہے۔ ''وسائل الشیعہ'' اوراس کے علاوہ دوسری کتابوں میں امام صادق علیہ السلام سے منقول یہ روایت بھی اس مطلب پر دلالت کرتی ہے:

''تزاوروا، فإنّ في زيارتكم احياءً لقلوبكم وذكراً لأحاديثنا، وأحاديثنا تعطّف بعضكم على بعض، فـان أخذتم بها رشدتم ونجوتم، وإن تركتموها ضللتم وهلكتم فخذوا بها وأنا بنجاتكم زعيم''[۱]

ایک دوسرے سے ملاقات کرو کیونکہ اس طرح کے دیدار اور ملاقات تمہارے دلوں کو زندہ رکھنے اور ہماری احادیث کے ذکر کا باعث بنتی ہیں اور ہماری احادیث کا تذکرہ تمہیں ایک دوسرے کی نسبت دلسوز اور زیادہ مہربان کردے گا، اگر ہماری احادیث کو دل میں بٹھالو اور عمل کرو تو ہدایت پاؤگے اور ہلاکتوں سے نجات حاصل کروگیاور اگر انہیں چھوڑ دو تو گمراہ اور ہلاک ہوجاؤگے لہٰذا تم ہماری احادیث کو قبول کرو، اور ہم تمہاری نجات کے ضامن ہوں ہے۔

ہمارے مذکورہ نکتہ پر یہ روایت اس طرح دلالت کرتی ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اس روایت میں ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے جانے کا حکم اس لئے دیا ہے کیونکہ یہ ان کے امر و امامت کے زندہ کرنے اور ان کی احادیث کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے ۔پس اس کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ایسی مجالس ومحافل منعقد کرنا فضیلت واستحباب کا حامل ہے اور اس ائمہ اطہار علیہم السلام بھی اسے پسند کرتے ہیں۔

۱۔ وسائل الشیعہ :۱۱/ ۵۶۷

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بھی حدیث "اربع مائة" میں کچھ مطالب بیان فرمائیں ہیں کہ جو ہماری بحث کے موضوع سے مربوط ہیں:

"اِنّ اللّٰہ تبارک وتعالٰی اِطّلع اِلی الأرض فاختارنا، واختار لنا شیعة ینصروننا، ویفرحون لفرحنا، ویحزنون لحزننا، ویبذلون أموالھم وأنفسھم فینا، أُولٰئک منّا وِ اِلینا، الخبر" [۱]

بیشک پروردگار عالم کرۂ زمین سے واقف ہے اور اس نے ہمیں انتخاب کیا اور ہمارے لئے شیعہ منتخب کئے جو ہماری مدد کرتے ہیں، ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں، ہمارے غم میں محزون ہوتے ہیں، اپنی جان مال ہماری راہ میں قربان کرتے ہیں وہ ہم سے ہیں اور ہماری ہی طرف پلٹ کر آئیں گے۔

توجہ: یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات ایسی بزم منعقد کرنا واجب ہے مثلاً جس وقت لوگ انحراف اور گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہوں اور اس طرح کی محافل ومجالس کا انعقاد ان کو فساد وگمراہی میں مبتلا ہونے سے روکنے اور ان کی ہدایت راہنمائی کا باعث ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دلائل کے پیش نظر گمراہوں کی راہنمائی، مفسدوں اور اہل بدعت کو روکنے کا وجوب حاصل ہوجاتا ہے البتہ ہر حال اور ہر صورت میں پروردگار عالم ہی انسان کی حفاظت کرنے والا اور اسے گناہوں سے بچانے والا ہے۔ [۲]

۱۔ الخصال: ۲/۶۳۵

۲۔ مکیال المکارم: ۲/۱۶۹

حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف سے مخصوص مقامات

ہم یہاں قارئین کرام کی معلوم میں اضافہ کے لئے حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے مخصوص مقامات کا تذکرہ کریں گے۔

مرحوم محدث نوریؒ فرماتے ہیں: یہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کچھ ایسے مقامات ہیں کہ جو حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے مخصوص ہیں اور آپ کے نام سے ہی معروف ہیں جیسے: نجف اشرف میں "وادی السلام" "مسجد سہلہ، مسجد حلہ، شہر مقدس قم میں مسجد جمکران۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جن افراد نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو دیکھا ہے وہ انہیں مقامات پر آنحضرتؑ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے ہیں یا پھر انمقامات پر آنحضرتؑ کے کچھ معجزے رونما ہوئے ہیں اسی لئے ان مقامات کو مبارک و مسعود شمار کیا جاتا ہے۔

یہ وہ مقامات ہیں جہاں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے زیادہ مانوس ہو سکتے ہیں یہاں ملائکہ الٰہی آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان مقامات پر شیاطین کی آمدورفت کم ہوتیہے اور یہ امر بارگاہ معبود میں دعا اور عبادت کی قبولیت کا ایک سبب ہے۔

بعض روایات میں ذکر ہوا ہے کہ پروردگار عالم مقدس مقامات جیسے مساجد، ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم، امام زادوں کے مقبرے اور شہر کے دور و نزدیک واقع صلحاء اور نیک افراد کی قبروں کے پاس عبادت کئے جانے کو دوست رکھتا ہے۔ یہ گمراہی سے دچار یا پریشان و مضطر، بیمار، مقروض، مظلوم، خوفزدہ محتاج و ضرورت مند اور ان جیسے دوسرے افراد کے لئیخداوند عالم کا غیبی لطف ہے۔ اسی طرح وہ تمام افراد جن کے وجود کو غم و اندوہ نے پوری طرح سے گھیر لیا ہے کہ جس کی وجہ سے ان کے افکار پراکندہ ہیں، ظاہر مضمحل اور حواس باختہ ہیں یہ

سب کے سب ان مقدس مقامات پر پناہ حاصل کرتے ہیں اور تضرع وزاری اور صاحب مقام کو وسیلہ قرار دے کر پروردگار عالم کی بارگاہ میں دست نیاز بلند کرتے ہیں دردوں کی دوا اور شریر افراد کے گزند سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کرتے ہیں۔

بہت سے موارد میں لوگ ان مقامات سے اپنی مرادیں پا کر لوٹے ہیں، شفا کی امید لے کر آنے والا بیمار شفایاب ہو کر پلٹے ہیں، انصاف کی امید لے کر آنے والا مظلوم اپنا حق لے کر واپس جاتا ہے اور مضطرب وپریشان حال پرسکون واپس جاتا ہے۔

البتہ یہ فطری بات ہے کہ جو بھی ان مقدس مقامات کی تعظیم واکرام میں زیادہ کوشاں ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ خیر وبرکت حاصل کر سکے گا۔

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سارے مقامات خانہ خدا کا جزو ہوں جن کے متعلق پروردگار عالم نے حکم فرمایا ہے کہ یہ گھر مقدس شمار کئے جائیں اور ان میں پرورگار عالم کا نام لیا جائے۔ اور جو بھی ان میں صبح وشام پروردگار عالم کی تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں، وہ کامیاب ہیں۔

یہاں اس مطلب کی اس سے زیادہ وضاحت نہیں کی جا سکتی [1]

۱۔ نجم الثاقب: ۴۷۳

ا۔ مسجد کوفہ کی فضیلت

﴿ظہور کے زمانہ میں حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کا مصلیٰ﴾

مسجد کوفہ ان چار مسجدوں میں سے ایک ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس کی طرف کوچ کیا جائے اور اسے باعظمت سمجھا جائے۔

وہ چار مسجدیں مسجد الحرام (مکہ)، مسجد النبیؐ (مدینہ)، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور مسجد کوفہ ہیں۔

مسجد کوفہ ان چار مقامات میں سے ہے جہاں انسان نماز قصر اور تمام پڑھنے میں مخیّر ہے اور وہ چار مقامات مسجد الحرام، مسجد النبیؐ، حرم امام حسین علیہ السلام اور مسجد کوفہ ہیں۔

مسجد کوفہ وہ مقام ہے جہاں انبیاء اور ان کے اوصیاء نے نماز ادا کی ہے اور انشا ءاللہ عنقریب امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بھی اسی مقام پر نماز بجالائیں گے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے: اس مسجد میں ہزار پیغمبروں اور پیغمبروں کے ہزار اوصیاء نے نماز ادا کی ہے[1]

مسجد کوفہ کے اعمال بہت زیادہ ہیں جنہیں سید عالی مقام علی بن طاؤسؒ نے کتاب ''مصباح الزائر'' میں بیان کیا ہے لیکن ہم نے یہاں بحث کے طوالانی ہونے کے خوف سے انہیں بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔

....

ا۔ مفاتیح الجنان: ۱/۴۱۰

۲۔ مسجد سہلہ کی فضیلت

﴿مقام حضرت صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف اس مسجد میں واقع ہے﴾

مسجد سہلہ شہر کوفہ میں مسجد اعظم کے بعد سب سے بافضیلت مسجد ہے کیونکہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کا گھر ہے۔ اس طرح اس جگہ حضرت خضر علیہ السلام داخل ہوئے اور ان کا مسکن بھی یہیں ہے۔

روایت میں ملتا ہے کہ صالحین، پیغمبروں اور رسولوں کا مقام بھی یہاں ہی ہے اس مسجد کی فضیلت میں بہت سی روایتیں بیان ہوئی ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا:

" أترانـي أنظر اِلى صاحب الأمر داخلاً اِلى مسجد السهلة بأهله وعياله ومتّخذه منزلاً له، وانّ اللّٰه تعالى لم يرسل نبياً قطّ اِلّا وصلّى فيه، وكلّ من أقام فيه فكأنّما أقام في خيمة رسول اللّٰه وما من مؤمن ولامؤمنة الّا وقلبه يحنّ اليه، وفيه حجر عليه صور جميع الأنبياء صلوات اللّٰه عليهم.

وما من احد يصلّي فيه ويدعو بنيّة خالصة اِلّا أعطاه اللّٰه حاجته، ومامن احد يطلب فيه الأمان اِلّا آمنه اللّٰه من كلّ مايخاف، ومامن يوم او ليلة الّا وتنزّل الملائكة لزيارته وعبادة اللّٰه فيه، ومالم أذكره لک من فضيلة هذا المسجد أكثر مما ذكرته"

کیا یقین کروگے کہ میں حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ کو دیکھ رہا ہوں جب کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مسجد سہلہ میں داخل ہوگئے ہیں اور وہاں سکونت اختیار کرلی ہے ؟پروردگار عالم نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس نے وہاں نماز ادا کی اور جو اس جگہ قیام کرے گویا اس نے رسول خداؐ کے خیمہ میں قیام کیا ہے ۔ایسا کوئی مومن مرد اور عورت نہیں ہے جس کا دل اس مقدس مقام پر جانے کے لئے آرزومند نہ ہو اس مسجد میں ایک پتھر ہے جس پر تمام انبیاء کی تصویر نقش ہے ۔

جو بھی اس مسجد میں خالص نیت کے ساتھ نماز پڑھے اور دعا کرے پروردگار عالم اس کی حاجت کو پورا کرے گا اور جو بھی اس میں امان چاہے پروردگار عالم ہر اس چیز سے اسے امان دے گا جس سے وہ ڈرتا ہے اور کوئی ایسا روز وشب نہیں ہے جس میں آسمان کے ملائکہ یہاں زیارت اور عبادت خدا کے لئے نہ آتے ہوں ۔اس مسجد کے فضائل جو ہم نے بیان نہیں کئے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ جو بیان کئے ہیں ۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے:''**من صلّی رکعتین في مسجد السهلة زاد اللّٰه في عمره عامين**''

جو بھی مسجد سہلہ میں دو رکعت نماز پڑھے پروردگار عالم اس کی عمر میں دو سال اضافہ کر دے گا۔

دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:''**اِنّ منه یکون النفخ في الصور، ویحشر من حوله سبعون ألفاً یدخلون الجنة بغیر حساب**''

اسی جگہ صور پھونکا جائے گا اور اس مسجد کے اطراف سے ستر ہزار افراد محشور ہوں گے اور

حساب کے بغیر بہشت میں داخل ہوں گے۔

ابن قولویہ نے ''کامل الزیارات'' میں معتبر سند کے ساتھ حضرمی سے اورانہوں نے امام باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرمی کہتے ہیں:

میں نے امامؑ سے عرض کیا: حرم خدا اور حرم رسولؐ کے بعد سب سے افضل مقام کون سا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا:

"الكوفة يا أبابكر، هي الزكيّة الطاهرة، فيها قبور النبيين المرسلين وغير المرسلين والأوصياء الصادقين، وفيها مسجد سهيل الذي لم يبعث الله نبياً إلّا وقد صلّى فيه.

ومنها يظهر عدل اللّٰه، وفيها يكون قائمه والقوّام من بعده، وهي منازل النبيين والأوصياء والصالحين"

اے ابا بکر! وہ مقام کوفہ ہے۔ وہ پاکیزہ وطاہر مقام ہے اس جگہ انبیاء مرسلین اور غیر مرسلین اوران کے اوصیاء صادقین کی قبریں ہیں، وہاں مسجد سہلہ بھی واقع ہے کہ جس میں ہر مبعوث ہونے والے نبی نے نماز ادا کی ہے۔

وہاں سے عدل خدا ظاہر ہوگا، قائم خدا اوران کے بعد کے قائمین اسی شہر میں ہوں گے یہ انبیاء، اوصیاء اور صالحین کا شہر ہے۔[1]

۱۔ مفتاح الجنات: ۱/۴۲۶

۳۔ مسجد مقدس جمکران

جمکران (قم) میں اس مسجد کو بنانے کا حکم حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے دیا ہے اور وہ بھی بیداری کے عالم میں۔

پرہیز گار و پارسا شخص جناب شیخ حسن بن مثلہ جمکرانی ؒ کہتے ہیں:

۳۹۳ ہجری ماہ مبارک رمضان کی سترہویں تاریخ اور سہ شنبہ کی رات تھی کہ جب میں اپنے گھر میں سو رہا تھا اور رات کا کچھ حصہ گذر چکا تھا کہ کچھ لوگ ہمارے گھر آئے اور مجھے بیدار کیا اور کہنے لگے اٹھو، چلو تمہیں حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ نے بلایا ہے ان کی دعوت قبول کرو۔

حسن بن مثلہ کا بیان ہے: میں تیزی سے اٹھ کر تیار ہوا اور پھر میں نے کہا مجھے کپڑے تبدیل کرنے کی اجازت دیں۔ اچانک دروازے کی طرف سے آواز آئی یہ تمہارا پیراہن نہیں ہے، چنانچہ اسے رکھ دیا اور پاجامہ اٹھایا تو پھر آواز آئی وہ بھی تمہارا نہیں ہے اپنا پاجامہ پہنو، اسے پھینک دیا اور اپنا پاجامہ پہنا اور گھر کی چابیکی تلاش میں تھا کہ آواز آئی چابی کی ضرورت نہیں ہے دروازہ کھلا ہوا ہے۔

دروازہ پر پہنچا دیکھا بزرگوں کی ایک جماعت میری منتظر ہے، سلام و آداب بجا لایا۔ انہوں نے ہمارے سالام کا جواب دیا اور خوش آمدید کہا اور ہمیں اس جگہ لے گئے جہاں اس وقت مسجد جمکران موجود ہے۔ اچھی طرح دیکھا تو نظر آیا فضا نورانی ہے ایک تخت لگا ہوا ہے اور اس پر خوبصورت قالین بچھا ہے اور خوبصورت تکیہ بھی لگا ہوا ہے ایک جوان جس کی عمر تیس سال ہو گی، اس تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہے۔ ایک ضعیف شخص ایک ہاتھ میں کتاب لئے

ہوئے اس کے لئے پڑھ رہا ہے اوران کے اطراف میں ساٹھ سے زائد افراد موجود تھے جو اس جگہ نماز ادا کر رہے تھے جن میں سے بعض افراد نے سفید اور بعض نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا، وہ ضعیف شخص حضرت خضر علیہ السلام تھے جنہوں نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور پھر حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے مجھے میرے نام سے پکارا اور فرمایا:

حسن مسلم کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم کئی سال سے اس زمین پر غاصبانہ قبضہ کئے ہوئے ہو اور اس پر زراعت کرتے ہو ہم اسے خراب کردیں گے، پانچ سال سے تم اس پر زراعت کر رہے ہو اور اس سال پھر زراعت کرنا چاہتے ہو اب تم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس زمین پر زراعت کرو اور ابھی تک اس زمین سے جو فائدہ اٹھایا ہے اسے واپس کردو تا کہ اس جگہ مسجد بنائی جاسکے۔

نیز اس سے کہہ دو: یہ مقدس سرزمین ہے، پروردگار عالم نے ساری زمینوں میں اسے منتخب کیا ہے اور اسے منزلت بخشی ہے اور تم نے اس زمین پر قبضہ کرلیا ہے اور اپنی زمینوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔

پروردگار عالم نے اس کی سزا کے طور پر تمہارے دو جوان بیٹوں کو تم سے لے لیا لیکن تم متوجہ نہ ہوئے اور اگر اب بھی تمہیں جو حکم دیا ہے اس پر عمل نہیں کرو گے تو تمہارے لئے ایسا عذاب الٰہی آئے گا کہ تم خود بھی سمجھ نہ پاؤ گے۔

جناب حسن مثلہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! اس پیغام کو پہنچانے کے لئے میں کوئی نشانی یا علامت چاہتا ہوں اس لئے کہ لوگ علامت اور دلیل کے بغیر میری بات نہیں سنیں گے اور نہ ہی قبول کریں گے۔

آنحضرت ؑ نے فرمایا: ہم اس جگہ ایک علامت چھوڑ جائیں گے، تم جاؤ اور ہمارا پیغام پہنچا دو اور سید ابو الحسن[۱] کے پاس بھی جاؤ اور ان سے کہو: اٹھو اور اس زمین کی حدود معین کرو اور گذشتہ سالوں کا منافع حسن بن مسلم سے لے کر مسجد تعمیر کرنے کے لئے لوگوں کو دے دو اور اگر پیسہ کم پڑے تو باقی پیسہ رہق اردھال کی طرف زمین کے غلّہ سے لے لیا اور مسجد مکمل کرو ہم نے (رہق) کی آدھی ملکیت کو مسجد کے لئے وقف کردیا ہے ہر سال اس کی درآمد کو وہاں سے لایا جائے اور اس مسجد کی عمارت پر صرف کیا جائے۔

اور لوگوں سے کہو: اس جگہ شوق واشتیاق کے ساتھ اکٹھے ہوں اور اس کی تعظیم کریں اور اس جگہ چار رکعت نماز ادا کریں۔[۲]

جناب حسن بن مثلہ کہتے ہیں: میں نے اپنے آپ سے کہا گویا یہ وہی جگہ ہے جسے آپ صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی مسجد سمجھتے ہیں اور اس جوان کی طرف اشارہ کیا جو ٹیک

۱۔ قابل ذکر ہے مسجد جمکران کا واقعہ بیداری کے عالم میں حسن بن مثلہ کے لئے پیش آیا یہ جناب سید ابو الحسن الرضا کی شان ومنزلت کو بیان کرتا ہے اس لئے کہ آپ کے زمانہ میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی اولاد میں سے بہت سے سادات قم میں ساکن تھے لہذا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے آپ کا انتخاب اس بزرگوار کے مقام ومنزلت کو ظاہر کرتا ہے۔

ان کا مرقد خیابان آذر قم میں ہے اس جگہ بھی اہل بیت علیہم السلام زیارت کی غرض سے مشرف ہوتے ہیں بلکہ وہ لوگ جو مسجد جمکران مشرف ہوتے ہیں ان کے لئے شائستہ ہے اس بزرگوار کی زیارت کو بھی جائیں اور ان کی بارگاہ کے مجاوروں اور پڑوسیوں پر لازم ہے کہ اس مقدس مقام کا احترام کریں اور ان کی زیارت کا اہتمام کریں۔

۲۔ مسجد مقدس جمکران کی نماز کا طریقہ اسی کتاب کے ص ۱۳۱ پر نقل کریں گے۔

لگائے بیٹھا تھا، پس اس جوان نے میری طرف اشارہ کر کے جانے کو کہا۔[۱]

روئے زمین پر مسجد مقدس جمکران بہت ہی اہم معنوی مقام ہے اور اس مقدس مسجد میں شرفیاب ہونے والوں کو اس کا پورا احترام کرنا چاہئے اور اس کی اہمیت اور معنوی مقام پر توجہ دینی چاہئے اور اس پر فیض مقام پر شرفیاب ہونے کے بعد اپنی روح و جان کو معنویت سے سر شار اور اپنے وجود کو نورانی کرنا چاہئے۔

اس جگہ ہم بعض ایسے نکات بیان کریں گے جو اس مقدس مقام پر شرفیاب ہونے والے افراد کے لئے جاننا ضروری ہیں۔

۱۔ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف نے بیداری کے عالم میں جناب حسن بن مثلہ جمکرانیکے توسط سے عظیم الشان امامزادہ سید ابوالحسن الرضا کو حکم دیا کہ وہ اس مقدس مسجد کی بنیاد رکھیں اور تمام منابع اور مصادر میں یہ واقعہ بیداری کے عالم میں نقل ہوا ہے نہ کہ خواب میں۔

۲۔ حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کے مسجد جمکران کی تعمیر کے حکم سے سینکڑوں سال پہلے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس واقعہ کی خبر دی تھی۔ ایک روایت جسے صاحب ''انوار المشعشعین'' نے ذکر کیا ہے اس میں امیر کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی پیشنگوئی میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

اس روایت میں آنحضرت نے مسجد مقدس جمکران کی عظمت کے متعلق وہ راز بیان کیا ہے جسے سب لوگ سننے کی قوت نہیں رکھتے۔

۱۔ بحار الانوار: ۲۳۰/۵۳ ، نجم الثاقب: ۳۸۳ ، اس واقعہ میں ذکر ہونے والی تاریخ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسے مرحوم شیخ صدوق نے نقل کیا ہے اور ان کی وفات اس تاریخ سے پہلے ہوئی ہے۔

۳۔امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت کوفہ کے بعد مسجد مقدس جمکران آنحضرتؑ کا دوسرا مرکز ہوگا اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس روایت میں فرمایا ہے:

ظہور کے وقت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے سپاہیوں کا پرچم کوہ خضر (جو مسجد جمکران کے نزدیک واقع ہے) پر لہرائے گا۔

۴۔ایک بہت ہی اہم نکتہ کہ جس پر توجہ کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ مسجد مقدس جمکران نہ صرف امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت ان کی قوت کا مرکز اور روحانی ومعنوی تبدیلی کا مقام نہیں ہے بلکہ آنحضرتؑ کی غیبت کے زمانہ میں بھی اس میں وہ خصوصیت موجود ہے۔

یہ نکتہ خود امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے فرمودات سے استفادہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

جو بھی اس جگہ یہ نماز پڑھیگو یا اس نے خانہ خدا میں نماز ادا کی اور خانہ خدا نہ صرف زمین کے جاذبہ کا مرکز ہے جو روحی اور جسمی اعتبار سے انسان کے اوپر اثر انداز ہے اور یہ بیت معمور، آسمانی وفضائی معنوی مقام کے مقابل ہے۔

اس بنا پر اگر انسان خانہ خدا میں ہو اور اس میں نماز ادا کرے تو اس کے لئے ارتباط کی راہ کھل جاتی ہے اور اپنے آپ کو زمین و آسمان کے روحی وجسمی جاذبہ کے درمیان قرار دے دیتا ہے اور نا مرئی امواج انسان کے جسم وجان میں مفید تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں اور مسجد مقدس جمکران کی اصل جگہ بھی اسی طرح کی خاصیت رکھتی ہے۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا کلام بھی اس مطلب پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اس مقام پر نماز پڑھنا خانہ خدا میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔

اسی طرح مسجد مقدس جمکران کے اصل مقام میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں جنہیں لوگ نہیں جانتے ۔اسی طرح حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

"مامن علمٍ الاّ و أنا افتحه و ما من سرٍّ الاّ و القائم يختمه" [۱]

کوئی بھی ایسا علم نہیں ہے مگر یہ کہ میں نے اسے برملا نہ کیا ہو اور کوئی بھی ایسا راز نہیں ہے مگر یہ کہ قائم اسے اختتام تک پہنچائیں گے ۔

مسجد مقدس جمکران کی تعمیر اس کی عظمت اور راز کے متعلق پہلے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے خبر دی تھی اور اس کے تمام اسرار حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت لوگوں پر عیاں ہوں گے ۔انشاء اللہ ۔ہم اس پر عظمت زمانہ کی یاد پھر سے تازہ کرتے ہیں اور پروردگار عالم سے دعا کرتے ہیں جتنی جلدی ممکن ہو اس نورانی دور کو پہنچا دے تا کہ عالم وجود کے اسرار فاش ہو جائیں اور تمام عالم لامحدود دانش اور عدل و انصاف سے بھر جائے ۔

۵ ۔جو افراد اس مقدس مقام پر مشرف ہوتے ہیں انہیں جاننا چاہئے کہ وہ بہت ہی مقدس مقام پر قدم رکھ رہے ہیں جس مقام پر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی توجہ ہے اور آپ آنحضرتؑ کی نگاہوں کے سامنے ہیں اس طرح کہ جیسے آنحضرتؑ کے گھر میں داخل ہوئے ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں ۔

لہذا یہاں دیگر مقامات سے زیادہ حضور کے شرائط کی رعایت کریں اور یہ جان لیں کہ آپ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے سامنے ہیں اور وہ نہ صرف ہمارے اعمال ،افکار ،تصورات اور خیالات سے آگاہ ہیں بلکہ ہمارے نفس و ضمیر سے بھی باخبر ہیں ۔

....

۱ ۔بحار الانوار ۲۶۹/۷۷

اس لئے ہمیں ہر جگہ اپنی رفتار، گفتار اور افکار پر توجہ رکھنی چاہئے بالخصوص مسجد جمکران میں آنحضرت کے مہمان ہیں اور ادب اور حضور کا زیادہ خیال رکھیں۔

۶۔ اس مقدس مقام کے ادب کی ایک شرط یہ ہے کہ انسان مسجد مقدس جمکران میں شرفیاب ہونے کے اپنے مقصد کو مشخص کرے اور اپنے لئے بہترین، عالی ترین اور اہم ترین ہدف کا انتخاب کرے اور خود کو چھوٹے مقاصد، مادی مسائل اور ذاتی فائدہ کا پابند نہ کرے اور یہ توجہ رکھے کہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل ہے۔ کیونکہ آنحضرت کے ظہور کے زمانے میں ہی تمام انسانوں کی مادی و معنوی مشکلات دور ہوں گی اور رنج و غم کا قلع قمع ہوگا۔ لہٰذا اس سے بہتر اور کیا ہوگا کہ اس مقدس مقام پر تمام انسانوں کی مشکلات اور مصائب سے نجات کے لئے دعا کریں اور مسجد مقدس جمکران جانے کا اپنا اصلی ہدف امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے استغاثہ و دعا اور آنحضرت کے ظہور میں تعجیل قرار دیں۔

زمانۂ غیبت کے فرائض پر توجہ

اگرچہ ہم نے یہ کتاب پروردگار عالم کی توفیق اور حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لطف سے زمانۂ غیبت کی ایک اہم ذمہ داری یعنی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کے متعلق تألیف کی ہے لیکن بہتر ہے اس کے مقدمہ میں غیبت کے اس تاریک اور پر آشوب دور میں بعض دیگر فرائض کا بھی ذکر کریں۔ اگرچہ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ ہمارے ہی زمانہ میں غیبت کے زمانے کا اختتام ہو جائے کیونکہ ائمہ اطہار علیہم السلام سے وارد

ہونے والی روایات کے مطابق ہمیں ہر صبح وشام امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کا منتظر رہنا چاہئے۔افسوس کہ اس سے متعلق اب تک کوئی جامع اور مکمل کتاب عوام کے ہاتھ نہیں لگی ہے جس میں غیبت کے زمانے کی تمام ذمہ داریوں کی تفصیل درج ہو اور اس بارے میں جو گرانقدر کتابیں لکھی گئی ہیں وہ غیبت کے تاریک زمانہ کے تمام فرائض پر مشتمل نہیں ہیں۔اگر لوگ روزاوّل سے اپنی زبوں حالی وتباہی کی طرف متوجہ ہوجاتے تو عصر ظلمت اتنا طولانی نہ ہوتا۔بہرحال سب لوگ بالاخص وہ افراد جن کا فریضہ تھا کہ اس طرح کے مسائل بیان کریں اور اس سے انہوں نے غفلت کی اور تغافل سے کام لیا انہیں شدت سے غمگین اور شرمندہ ہونا چاہئے۔

کیا مناسب ہے کہ عالم ہستی وکائنات کے امیر جو اس منظومہ میں بلکہ تمام منظومہ کائنات اور کہکشانوں میں ہماری ضرورتوں سے واقف ہیں ہمارے درمیان ہوں اور ہم ان سے غافل ہوں؟

کیا یہ مناسب ہے کہ اربوں انسانوں کے ذہن اور دماغ کے خلیے نور خدا کے پنہان ہونے کی وجہ سے اسی طرح پردۂ ظلمت میں باقی رہیں؟

کیا یہ مناسب ہے کہ اربوں انسانوں میں سے ہر ایک کے پاس دل کے نام سے ایک چیز موجود ہو اور وہ اس کی عظمت سے بے خبر ہوں؟

کس زمانے میں دل اپنی حقیقی زندگی کی راہ میں دھڑکیں گے اور حقیقی انسانی زندگی کی عظمت سے آشنا ہوسکیں گے؟

کس زمانے میں انسان اپنے دل اور وجود کی عظمت سے آشنا ہوگا؟

کس زمانے میں انسانی مغز کے تمام خلیے متحرک ہوں گے؟ اورانسانی سماج لامحدود دانش کی وسعتوں سے سرشار ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا؟

کس دن انسان نورخدا سے آشنائی کی بنا پر ظلمت وتاریکی، استبداد اورستم کے خاتمہ کے بعد الٰہی حکومت کے زیرسایہ عالمی انصاف کا دن دیکھ سکیں گے؟

اورکیا.....اورکیا......

اورکیا یہ سب کچھ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کے بغیر ممکن ہے؟

اگر ہے تو کیوں ہم اس زمانے کی عظمت کو محسوس نہیں کرتے؟

کیوں اس زمانہ کے اندھیرے کا رونا نہیں روتے ہیں؟

کیوں کائنات کے مستقبل سے آگاہ نہیں ہیں؟!

اورکیوں عصر غیبت میں اپنے ذمہ داریاں نہیں نبھاتے ہیں؟!

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کا عادی ہوجانا

ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہم غیبت کے زمانے کے عادی ہوگئے ہیں اور ہمیں اس دور کی ظلمت وتاریکی کی عادت ہوگئی ہے!

عادت خود ایک غیرمحسوس قوی قدرت ہے جوانسانوں کو اچھائی یا برائی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔انسان کا کسی بھی چیز کا عادی ہوجانا انسانی فطرت اورطبیعت کے مانند آدمی کو اسی طرف کھینچتا ہے کہ گویا اس بارے میں انسان سے اختیار وارادہ چھین لیا گیا ہو!

۱۔اس بارے میں محترم مؤلف کی کتاب ''امام مہدی کی آفاقی حکومت'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

خداوند عالم نے انسان کی فطرت میں یہ قدرت ودیعت کی ہے کہ وہ کسی زحمت کے بغیر لاشعوری طور پر اچھائیوں کا عادی بن جائے اوران کی طرف مائل ہو جائے اور گندگی و برائیوں سے دوری اختیار کرے۔

اسی وجہ سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام عادت کو انسان کی فطرت ثانیہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"العادة طبع ثان"[1]

عادت (انسان کی) طبیعت ثانیہ ہے۔

یہ مختصر کلام حقائق کے عظیم نکات پر مشتمل ہے۔اس روایت کی بنا پر جس طرح انسان اپنی فطری اور طبعی خواہش کی طرف قدم بڑھاتا ہے اسی طرح ان چیزوں کی طرف چل پڑتا ہے جن کا وہ عادی ہو چکا ہو۔

انسان کو چاہئے کہ اپنی اس عظیم قدرت کو صحیح راستہ اور گرانقدر مقاصد میں استعمال کرے اوراپنے آپ کو بری اورناپسندیدہ عادتوں میں مبتلا ہونے سے بچائے۔

افسوس! ہمارا عالمی معاشرہ صحیح قیادت کے میسر نہ ہونے اور ہدایت کرنے والے کے اندرایسی قدرت کے فقدان کی وجہ سے فردی اوراجتماعی غلط عادتوں میں گرفتار ہو گیا ہے جس کی بنا پر وہ سماج کو اخلاقی فضائل اورانسانی صفات سے آراستہ وپیراستہ کر سکے۔

اجتماعی عادت کی قدرت فردی عادت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اورمعاشرہ جس چیز کا عادی بن چکا ہواسے بہت ہی آسان ہے اپنی طرف کھینچ سکتا۔

۱۔شرح غررالحکم:۱۸۵/۱

اجتماعی بری عادتوں میں سے ایک بری عادت کہ جس کی طرف معاشرہ نے ہمیں کھینچا ہے اور ہمیں اپنی قید میں جکڑا ہے، وہ جیسے گذر جائے گذار رہا، موجودہ صورت حال کا عادی بن جانا اور روشن مستقبل عطا کرنے اور نجات دینے والے کے متعلق نہ سوچنا ہے۔

رسول اکرمؐ اور اہلبیت اطہار علیہم السلام نے انتظار کے مسئلہ کو بیان کر کے اور اس کے متعلق لوگوں میں شوق پیدا کر کے لوگوں کو جس حال میں ہیں اس میں پڑے رہنے اور اس کا عادی بننے کی غلطی سے آگاہ فرمایا ہے اور مسئلہ انتظار بیان فرما کر انہیں امید اور روشن وبابرکت مستقبل کی طرف قدم بڑھانے کی دعوت دی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ جن افراد کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ عوام تک یہ پیغام پہنچائیں، انہوں نے اس اہم مسئلہ میں کوتاہی کی ہے جس کی وجہ سے لوگ بھی جس حالت میں ہیں اسی میں پڑے رہنے کے عادی ہو چکے ہیں اور انہوں نے دنیا کے روشن مستقبل کے لئے کوشش ہی نہیں کی ہے اور نہایت افسوس ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت اب بھی جاری ہے!

جی ہاں! ابھی بھی ہمارے معاشرے کی اکثریت ایک طرح کی سماجی عادت یعنی "امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے مسئلہ سے غفلت" کا شکار ہے اور انہیں قانون وراثت کی دلیل کی بنا پر گذشتہ نسلوں سے ارث میں ملا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ہمارا معاشرہ آج بھی جمود کا شکار ہے! حالانکہ اگر کوئی غلط عادتیں ترک کر دے اور خود کو انسانی قیمتی صفات سے آراستہ کر لے تو وہ بلند مقام حاصل کر سکتا ہے۔

امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بغلبة العادات الوصول الی أشرف المقامات"[۱]

عادات پر غلبہ پانے سے بلند مقامات تک پہنچا جا سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے کو چاہئے کہ اپنے اندر انتظار کی حالت پیدا کرے اور کائنات کو نجات دینے والے امام حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے دعا کرکے زمانۂ غیبت کے اندھیروں سے غفلت کی دیرینہ عادت کو ترک کرے اور دل وجان سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عادلانہ اور آفاقی حکومت کے قیام کے لئے بارگاہِ پروردگار میں دعا کرے۔

اپنی فکری روش کو تبدیل کریں!

روحانی پیش قدمی اور فکری تغییر کے ذریعہ اپنے اندر خاص تبدیلیاں پیدا کریں اور ایسے افراد سے اپنا راستہ جدا کریں کہ جن کے لئے غیبت اور ظہور میں کوئی فرق نہ ہو۔

یقین رکھیں کہ جس طرح جسمانی باپ کے بارے میں لاپرواہی اور غفلت گناہ عظیم ہے اسی طرح معنوی باپ کی نسبت بھی لاپرواہی اور بے توجہی بہت ہی عظیم گناہ ہے اور انسان کے لئے اس کا انجام نہایت تاریک ہوگا۔ اگر ابھی تک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے غافل رہے ہیں اور آنحضرتؑ کے حیات بخش ظہور کے بارے میں نہیں سوچا ہے، اگر ابھی تک ظہور کے باعظمت دن کے آنے کے لئے دعا کرنے والوں میں نہیں تھے، اگر ابھی تک نہیں جانتے تھے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور اپنے مولا و آقا کی نسبت ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں، مگر اب

۱۔ شرح غرر الحکم: ۲۲۹/۳

جب کہ اس حقیقت کا علم ہوگیا ہے اور اچھی طرح واقف ہوگئے ہیں کہ غیبت کے زمانہ میں لوگوں پر بہت سنگین شرعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں تو خود کو غفلت سے نجات دیتے ہوئے ایک مضبوط ارادے اور مستحکم عزم کے ساتھ اپنے ماضی کا جبران کریں اور حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انتظار کی راہ میں تلاش وکوشش کے لئے قدم بڑھائیں اور یہ جان لیں کہ عاشقان ولایت سے آنحضرت کی شدید محبت اور ان کا لطف کرم لطف باعث ہوگا کہ ماضی کی غفلت وکوتاہیاں معاف کردی جائیں اور آنحضرت کا مہربان قلب ہماری غلطیوں سے چشم پوشی کرلے۔

کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ان تمام مظالم وستم کے بعد نہیں فرمایا:

﴿قَالَ لاَ تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ﴾[۱]

یوسف نے کہا کہ آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔ خدا تمہیں معاف کردے گا کہ وہ بڑا ارحم کرنے والا ہے۔

ہم کو یقین ہونا چاہئے کہ انسان کی عظیم روح اس لئے خلق نہیں کی گئی کہ مادی اور دیگر غیر ضروری مسائل سے وابستہ رہے بلکہ یہ اس لئے خلق ہوئی ہے کہ معنوی مسائل سے آشنا ہو کر خدا اور خدا کے جانشینوں کو پہچانے اور الٰہی مسائل کی طرف راغب ہو۔ انسان کی خلقت کا ہدف یہی ہے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ جو انسان سید بحر العلومؒ، مرحوم شیخ انصاریؒ اور دوسرے سینکڑوں مخلص افراد کی طرح امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف سے رابطہ پیدا کرسکتا ہو وہ اپنی روح کو مادی افکار میں غرق کرکے اپنے وجود کو غفلت کی قید وبند میں جکڑ دے؟!

۱۔ سورۂ یوسف، آیت: ۹۲

کیا یہ مناسب ہے کہ جو انسان خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کی شناخت کے باعث معنوی فضا میں پرواز کر سکے وہ اپنے بال و پر توڑ کر قید خانہ دنیا میں خود کو شیاطین کا اسیر بنا لے؟!

کیا یہ مناسب ہے کہ پوری کائنات میں انسانوں کی اربوں کی آبادی میں چند گنے چنے افراد ہی زمانہ غیبت کے کمر شکن مفاسد سے آشنا ہوں؟!

کیوں تمام انسان اپنی انسانی قدروں سے باخبر نہ ہوں اور وہ یہ جان لیں کہ صرف اسی صورت میں ان کی قدر و منزلت ہے کہ جب وہ اس دنیا میں اپنی توجہ خداوند اور اس کے جانشین کی طرف متمرکز کریں؟!

اگر سارے انسان ایسے مقام کی لیاقت نہیں رکھتے اور یہ مقام ایک خاص گروہ کا ہے تو کیوں ہم اور آپ ان میں سے نہ ہوں؟!

کاروان رفت و تو در خواب و بیابان در پیش

کی روی؟ رہ ز کہ پرسی؟ چہ کنی ؟ چون باشی؟

کائنات کے امیر کی جانب

یقین رکھیئے! جو بھی سچائی سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی جستجو کرے اور آنحضرتؑ کی راہ میں خدمت کرے اور آپ کے ظہور میں تعجیل کے لئے کوشش کرے گا تو بالآخر وہ راستہ اسے ایسی جگہ لے جائے گا کہ جہاں اس محبوب عالم کی طرف ایک دریچہ کھلتا ہو۔

اس بناء پر آنحضرتؑ کی نسبت مدد اور فدا کاری سے ہاتھ نہ اٹھایئے کہ جن کے ہاتھوں کو

عصر غیبت نے اسی طرح باندھ دیا ہے جیسے دشمنوں نے اولین مظلوم ہستی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے گلے میں ریسمان ڈالا اوران بزرگوار کے ہاتھوں کو باندھ دیا تھا۔

حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے کوشش کر کے کم از کم غیبت کی رسی کا ایک تار ضرور توڑ دیں۔

اطمینان رکھیئے! اگر کوئی آنحضرتؑ کی راہ میں فدا کاری کرے اور کسی فریب کاری کی فکر میں نہ ہو تو اس پر آنحضرتؑ کی عنایت ہوگی اور آپ ایک کلام یا پیغام، یا ایک نگاہ کے ذریعہ ضرور اس کے دل کو مسرور کریں گے کیونکہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی حقیقی تلاش میں ہو اور اس کے لئے کوشش کرے اور آخر میں اسے اپنے مکمل مقصد یا اس میں سے کم از کم کچھ حصہ بھی نہ ملے۔

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"من طلب شیئاً ناله او بعضه" [۱]

جو کسی چیز کی تلاش میں ہو وہ اسے پوری طرح یا اس کا کچھ حصہ ضرور پالے گا۔

آپ اطمینان اور یقین رکھیں کہ اگر چہ یہ غیبت سیاہ اور تاریک دور ہے اور ابھی تک حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولایت کے ظاہر ہونے کا زمانہ نہیں آیا ہے لیکن اس کے باوجود آنحضرتؑ دائرہ امکان کے محور اور کائنات کے امیر ہیں اور آنحضرتؑ کی ولایت مطلقہ نے ساری کائنات کو اپنے اندر احاطہ کیا ہوا ہے۔

ہم آنحضرتؑ کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یا قُطْبَ الْعالَمِ"

۱۔ شرح غرر الحکم: ۳۰۵/۵

اے عالم ہستی کے محور! آپ پر ہمارا سلام ہو۔

اس کائنات کی ہر شئی غیبت کے تاریک دور میں اسی طرح ظہور کے نورانی زمانے میں اس مقدس وجود کے نور کے زیر سایہ اپنی حیات کو جاری رکھے ہوئے ہے اور جاری رکھے گی اور آنحضرتؑ کی امامت و رہبری کی ممنون کرم ہے، اور نہ صرف اس عالم کے مادی ذرات بلکہ جو مسیحا نفس ہیں وہ بھی ان بزرگوار کے حکم کے تابع ہیں بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دم مسیحائی بھی آنحضرتؑ اور آپ کے آباؤ اجداد طاہرین علیہم السلام کے طفیل میں حاصل ہے اور صرف ظہور کے زمانے میں ہی نہیں بلکہ اس وقت بھی آنحضرتؑ کی امامت کے پرچم کے زیر سایہ فرائض کو انجام دینے میں مشغول ہیں۔

ہم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یا اِمامَ الْمَسِیْحِ"

اے مسیح! کے امام آپ پر سلام ہو۔

یہ امامت و رہبری آنحضرتؑ کے ظہور کے پرشکوہ زمانے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس وقت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اس عظیم مقام کے باوجود آنحضرتؑ کی امامت و رہبری کا اتباع اور ان کے نقش قدم پر گامزن ہونے پر افتخار کرتے ہیں۔

تمام نجیب و نقیب افراد اور اولیائے خدا اتباع نفس سے دست بردار ہو گئے ہیں، ان کی پروردگار عالم کے نزدیک اتنی قدر و اہمیت ہے کہ انہوں نے اس زمانے میں عالم ہستی کے نور کی نورانیت کی طرف راہ یا دریچہ پالیا ہے اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف انہیں برتر افراد کی

موجودگی سے غیبت کی غربت وتنہائی کی تلافی کرتے ہیں۔

ہم روایت میں پڑھتے ہیں:" **ومابثلاثین من وحشة**"[۱]

(حقیقی محبوں میں سے) تیس افراد کے ہونے کے بعد آنحضرتؑ تنہائی محسوس نہیں کریں گے۔

گذشتہ مطالب کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ غیبت کے زمانے میں موجودات عالم سے حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کی غیبی مدد کو اٹھا لیا گیا ہے اور آنحضرتؑ کسی کی دستگیری نہیں فرماتے اور نہ ہی غیبت کے سیاہ وتاریک دور میں کسی کو نور ونورانیت کا دریچہ ملتا ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ وہ افراد جو صداقت کے ساتھ آنحضرتؑ کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اور امام کے معارف کے بحر بیکراں سے مستفید ہونے کے لئے اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے پرشکوہ دور کے آنے کے لئے ایک ایک لمحہ شمار کر رہے ہیں، وہ حضرتؑ کے پیغام یا ایک نگاہ کے ذریعہ اپنے قلب کو استوار سے استوار تر کر لیتے ہیں۔

جی ہاں! اس طرح کے افراد کسی حیلہ ومکر کی فکر میں نہیں ہیں اور وہ ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں۔﴿**فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ إِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی**﴾[۲]

اپنے جوتے اتار دو اور دیکھو ابھی تک اپنے پاؤں کو کس طرح تکلیف دی اور اس طرح امیر عالم ہستی اور عالم امکان کے محو وتک پہنچنے سے باز رہے ہیں!

۱۔ بحارالانوار:۱۵۳/۵۲

۲۔ سورۂ طہٰ، آیت:۱۲

افسوس! ہم میں سے بعض افراد نہ صرف حیلہ و مکر کو خود سے دور نہیں کرتے بلکہ دوسروں میں بھی یہ صفت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں بھی اذیت دیتے ہیں اس طرح کے افراد نیش زبان سے اپنے دوستوں کے دل میں ڈنگ مارتے ہیں کیونکہ شیطانی القائات کی بنا پر ہر ایک کو راہ راست سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ گویا وہ نہیں جانتے کہ آنحضرتؑ کی راہ کی مخالفت، آنحضرتؑ کے واقعی دوستوں سے دشمنی، آپ سے دشمنی ہے۔

کیا حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں نہیں فرمایا ہے:

"أَصْدِقَاؤُكَ ثَلاثَة، وَأَعْدَاؤُكَ ثَلاثَة، فَأَصْدِقَاؤُكَ صَدِيقُكَ، وَصَدِيقُ صَدِيقِكَ، وَعَدُوّ عَدُوِّكَ، وَأَعْدَاؤُكَ عَدُوّكَ، وَعَدُوّ صَدِيقِكَ، وَصَدِيقِ عَدُوِّكَ" [۱]

تمہارے تین دوست ہیں اور تین ہی دشمن ہیں۔

تمہارے دوست یہ ہیں:

۱۔ خود تمہارے دوست   ۲۔ تمہارے دوست کے دوست

۳۔ تمہارے دشمن کا دشمن

اور تمہارے دشمن یہ ہیں:

۱۔ خود تمہارے دشمن   ۲۔ تمہارے دوست کے دشمن

۳۔ تمہارے دشمن کا دوست۔

لہٰذا کیا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دوستوں سے دشمنی کرنا آنحضرتؑ کی مخالفت نہیں

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت: ۲۹۵

ہے؟!

اس گفتگو کو ترک کریں کیونکہ یہ سب کو اچھی نہیں لگے گی اس وقت ریگ اور ریگزار زیادہ ہیں اور تپتے ہوئے بیابانوں میں ریگ گرم قابل شمار نہیں ہے اور قحط وخشک سالی نے اپنا کریہہ چہرہ ہر ایک پر ظاہر کر دیا ہے اور بارش کی فکر نے ہر ایک کو پریشان کر رکھا ہے اور کچھ نماز استسقاء پڑھنے کے لئے چل پڑے ہیں۔

لیکن آب رحمت کی غیبت کو سیکڑوں سال گذر چکے ہیں اور لوگ اس کے مادّی ومعنوی فائدے سے محروم ہیں لیکن وہاں تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ بارش کی فکر میں ہیں جب کہ بارش آنحضرتؑ کے وجود بابرکت کی بنا پر ہوتی ہے۔

کیا ہم زیارت جامعہ میں نہیں پڑھتے ہیں:

"بکم ينزّل الغيث"

آپ کے وسیلہ ہی سے باران رحمت برستی ہے۔

لیکن ہم ایسے ہی تھے اور ایسے ہی ہیں کہ ہم اصل کو بھلا دیتے ہیں اور فرع کی تلاش میں رہتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے ہم مسبب الاسباب کو فراموش کر دیتے ہیں اور اسباب کے حصول میں لگ جاتے ہیں۔

حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کی طرف توجہ

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف توجہ کا نتیجہ خداوند عالم کی طرف توجہ ہے۔ جس طرح بقیہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف توجہ پروردگار عالم

کی طرف توجہ ہے۔

لہٰذا ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارت اوران سے توسل پروردگار عالم کی طرف توجہ کا باعث ہے۔اسی وجہ سے جوبھی پروردگار عالم سے تقرب کاقصد رکھتاہووہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کا رخ کرتا ہے۔ہم زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں:

"وَمَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ"

جوبھی اس (خداوند) کاقصد کرے وہ آپ کی طرف توجہ کرے گا۔

انسان ائمہ اطہار علیہم السلام کی طرف توجہ کرکے نہ صرف کامیابی وترقی کے اسباب کواپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے بلکہ عالی مقامات تک پہنچنےکی راہ میں موانع اورگناہوں کوبھی نابودکردیتا ہے۔کیونکہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اوراسی طرح بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی طرف توجہ کرنے سے انسان پررحمت ومغفرت الٰہی کے باب کھل جاتے ہیں اوراس کے باطن سے سیاہی دور ہوجاتی ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام،امیرالمومنین علیہ السلام کے کلام"**أنا باب الله**" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"يَعْنِي مَنْ تَوَجَّهَ بِي اِلَى اللّٰهِ غُفِرَلَهُ" [۱]

یعنی جوبھی میرے ذریعہ خداوند عالم کی طرف توجہ کرے بخش دیاجائے گا۔

اس بناءپر"باب اللہ" کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے خداوند عالم انسان کے گناہوں کو بخش دیتاہےاوراس کی روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹوں کودورکردیتا ہے۔

....

۱۔بحارالانوار:۳۹/۳۴۹

اگر چہ چودہ معصومین علیہم السلام مقام نورانیت کے مالک ہونے کی بنا پر ہر عصر وزمان پر محیط ہیں، اور انسانوں کو چاہئے کہ ہر عصر وزمان میں ان کی طرف توجہ کریں۔ لیکن زمانے کے مقامات تنزلیہ کی بنیاد پر ہر دور کے انسان کو چاہئے کہ وہ دوسرے ائمہ اطہار علیہم السلام سے زیادہ اپنے وقت کے امام پر توجہ دے۔ اب اس روایت پر توجہ فرمائیں:

"عن عبد اللّٰه بن قدامة الترمذی، عن أبي الحسن عليه السلام قال: مَنْ شَكَّ فِي أَرْبَعَة فَقَدْ كَفَر بِجَمِيْع ماأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزّوجلّ؛ أَحَدُها مَعْرِفَةُ الْإِمامِ فِيْ كُلِّ زَمانٍ وَأَوانٍ بِشَخْصِهِ وَنَعْتِهِ"[1]

جو چار چیزوں کے بارے میں شک کرے وہ ان تمام چیزوں کی نسبت کافر ہوگیا ہے جن کو پروردگار عالم نے نازل فرمایا ہے، اور ان میں سے ایک ہر عصر و زمان میں امام کی معرفت حاصل کرنا ہے کہ انسان امام کو انہی کی صفات کے ساتھ پہچانے کہ جن کے وہ مالک ہیں۔

پس ہر زمانے میں اس وقت کے امام کی شناخت ومعرفت واجب ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کو اپنے وقت کے امام کی معرفت ہو اور ان کی عظمت سے آگاہ ہو لیکن اس سے بے توجہ ہو؟

لہٰذا امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نسبت غفلت اور بے توجہی اور ان کے اوصاف و خصوصیات اور بلند مرتبہ کو نہ پہچاننا صحیح نہیں ہے اگر چہ دیگر ائمہ اطہار علیہم السلام کی طرف اس کی توجہ ہو۔

۱۔ بحار الانوار: ۱۳۵/۷۲

اس عصر اور زمانہ میں ہمارا فریضہ یہ ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف خاص توجہ کریں کہ جن کی امامت کے زمانے میں ہم موجود ہیں۔

معروف عالم دین مرحوم ملا قاسم رشتی نے گذشتہ علماء سے بیان کیا ہے:

اولیاء خدا میں سے ایک نے ماضی کے ایک مشہور اور بزرگ عالم دین مرحوم ملا قاسم رشتی کو تعلیم دی اور فرمایا: اسے دوسروں کو بھی تعلیم دو اگر کوئی مومن کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہو تو اسے پڑھے، اس کا اثر مجرب ہے۔

اور وہ دعا یوں ہے:

"یَا مُحَمَّدُ یَا عَلِيُّ یَا فَاطِمَةُ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ أَدْرِكْنِيْ وَلَاتُهْلِكْنِيْ"

میں نے وہ دعا پڑھتے وقت تھوڑا تامل اور صبر کیا تو آپ نے فرمایا کیا اس عبارت کو غلط سمجھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! چونکہ اس میں چار افراد کو مخاطب کیا گیا ہے اور اس کے بعد آنے والا جمع ہونا چاہئے۔

آپ نے فرمایا: تم بھول رہے ہو اس لئے کہ اس زمانے میں کائنات کو نظم دینے والے حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں۔ ہم اس دعا میں حضرات محمد، علی و فاطمہ علیہم السلام کو ان بزرگوار کے یہاں شفاعت کے لئے پکارتے ہیں اور مدد صرف امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے چاہتے ہیں[1]

---

[1] "دار السلام" مرحوم عراقی: ۳۱۷۔ ہم نے یہ واقعہ "صحیفہ مہدیہ" میں مکمل ذکر کیا ہے۔

اس نکتہ پر توجہ کرنا ضروری ہے کہ جس طرح پیغمبر اسلامؐ اور امیر المؤمنین حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے زمانے میں جناب سلمان فارسیؓ ،ابوذر غفاریؓ ، مقدادؓ اور دیگر اولیائے خدا ان بزرگ ہستیوں سے متمسک تھے اور ان کے شمع وجود کے گرد پروانہ کی طرح اکٹھا رہتے تھے اسی طرح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام...... کے زمانے میں اس وقت کے اولیائے خدا ان بزرگ ہستیوں کی طرف متوجہ تھے اور ان کی یاد سے غفلت نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح اس زمانے میں جنہیں حقیقی و معنوی تکامل کی راہ مل گئی ہو، وہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کو یاد کرنا اور آپ کی طرف توجہ کرنا نہیں بھولتے۔ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں:

"أَيْنَ وَجْهُ اللّٰهِ الَّذِي اِلَيْهِ يَتَوَجَّهُ الْاَوْلِيَاءُ ؟"

کہاں ہے وہ چہرۂ الٰہی جس کی طرف اولیائے خدا توجہ کرتے ہیں؟

لہٰذا اس دور میں بھی پروردگار عالم کے بزرگ اولیاء اپنے وقت کے امام کی طرف متوجہ ہیں اگرچہ لوگوں نے انہیں پہچانا نہیں لیکن حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ان کا رابطہ برقرار ہے اور آنحضرتؑ کے فرمودات سے مستفید ہوتے ہیں۔ ہم زیارت آل یٰسں میں پڑھتے ہیں:

"اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ حِيْنَ تَقْرَءُ وَ تُبَيِّنُ "

آپ پر سلام ہو اس وقت جب آپ (قرآن کی) تلاوت کرتے ہیں اور (اس کے اسرار) بیان فرماتے ہیں۔

لہٰذا ہر دور اور زمانہ میں انسان کو چاہئے کہ اپنے وقت کے امام پر خاص توجہ رکھے۔

اب امام رضا علیہ السلام سے نقل ہونے والی اس روایت پر توجہ کریں:

" عن مولانا الرضا عن آبائه عليهم السلام قال: قال رَسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم في قول اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾[1] قال: يُدْعىٰ كُلُّ قَوْمٍ بِاِمَامِ زَمَانِهِمْ وَكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ"[2]

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد سے نقل فرمایا ہے کہ رسول اکرمؐ نے پروردگار عالم کے اس فرمان "اس روز جب تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے" کے متعلق فرمایا: ہر گروہ کو اپنے زمانہ کے امام، کتاب خدا اور پیغمبر اکرمؐ کی سنت کے ساتھ پکارا جائے گا۔

قیامت کے دن ہر انسان سے ان تین اہم بنیادی وحیاتی پہلوؤں کے بارے میں سوال کی جائے گا کہ کیا اس نے اپنے زمانہ کے امام، کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ سے وابستہ اپنے فرائض انجام دیئے ہیں یا نہیں؟

پس روز قیامت امامت کے اہم مسئلہ اور اپنے امام کی معرفت اور ان کی طرف توجہ یا ان سے کوتاہی کے متعلق سوال ہوگا۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف توجہ کا ایک اہم ذریعہ ان دعاؤں، نمازوں اور زیارتوں کا پڑھنا ہے جو آنحضرتؑ کے متعلق ائمہ معصومین علیہم السلام سے روایت ہوئی ہیں یا خود

۱۔ سورۂ اسراء، آیت: ۷۱

۲۔ بحار الانوار: ۸/۱۰

اس مقدس وبابرکت وجود کی طرف سے صادر ہوئی ہیں۔

احمد بن ابراہیم نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دوسرے نائب خاص جناب محمد بن عثمان سے جو درخواست کی تھی اس پر آپ نے یہ تاکید فرمائی:

"توجه اِلَيْهِ بالزيارة" [۱]

حضرت کی طرف زیارت کے ذریعہ توجہ کرو۔[۲]

اس کلام سے یہ استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرتؑ کے متعلق زیارتوں اور دعاؤں کے ذریعہ انسان آنحضرتؑ کی طرف توجہ کرسکتا ہے اور اپنے قلب و باطن کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف مجذوب کرسکتا ہے۔

حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقام، شخصیت اور ہجر و فراق کے غم و اندوہ کی طرف توجہ کے مسئلہ کا ذکر نہ صرف آنحضرتؑ کی غیبت کے زمانہ میں بلکہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے زمانہ میں موجود ہے اور اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام میں سے ہر ایک نے حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی شخصیت اور مقام کو بیان فرمایا ہے اور اس عالم امکان و کائنات کے امیر کی غیبت و فراق پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔

درحقیقت اہلبیت اطہار علیہم السلام نے نہ صرف اپنے بیانات وارشادات سے لوگوں پر لازم فرمایا ہے کہ وہ عالم ہستی کے سرور و امیر کو یاد کرتے رہیں اور آنحضرتؑ کی غیبت اور فراق میں غمگین و غمزدہ رہیں بلکہ عملی طور پر بھی آنسو بہانے اور آنحضرتؑ کی طولانی غیبت پر بھرے

۱۔ بحارالانوار: ۱۷۴/۵۳

۲۔ یہاں زیارت ندبہ مقصود ہے جسے ہم اس کتاب میں زیارت کے باب میں بیان کریں گے۔

ہوئے دل سے سرد آہیں بھرنے کے ذریعہ ہر ایک کو انتظار کا سبق دیا ہے لیکن افسوس کہ شیعہ اس اہم مسئلہ سے غافل ہیں اور اسے بھول چکے ہیں یا اس کی طرف کم توجہ کرتے ہیں، جو ان کی دنیوی اور اخروی زندگی میں نہایت اہم اثرات کا حامل ہے۔

وہ بزرگ افراد جن کی ذمہ داری تھی اور ہے کہ لوگوں کو عالم ہستی پر بہت ہی اہم اثرات مرتب کرنے والے اہم موضوع سے باخبر کریں لیکن انہوں نے سستی برتی اور شیعہ معاشرہ غفلت و بے توجہی کی وجہ سے ماضی کی طرح حال میں بھی اس اہم حیاتی مسئلہ اور اسی طرح حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کی نعمت سے محروم ہے اور سرور عالم صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی دوری اور غیبت کی وجہ سے عالم ہستی علمی و معنوی مراحل میں تکامل کی نعمت سے محروم ہے۔ دنیا اور دنیا والوں پر اسی طرح استبداد و تشدد حاکم ہے اور ملعون جبتری حکومت کے جاری رہنے کی وجہ سے اربوں مسلمان اور غیر مسلمان اس کے خونی چنگل میں گرفتار ہیں۔

ہمارا معاشرہ دنیاوی مسائل میں غرق ہے اور اس کے اسباب پر اس طرح نگاہیں گڑی ہوئی ہیں کہ اس نے مسبب الاسباب کو فراموش کر دیا ہے۔ دنیا دار اسباب ہے اور ہمیں چاہئے کہ اپنے کاموں کے لئے اسباب و وسیلہ کی تلاش میں رہیں لیکن یہ اس حد تک نہیں ہونا چاہئے کہ وسیلہ اور سبب کی تلاش میں مسبب الاسباب کو ہی بھول جائیں۔

ہمارا معاشرہ اس پروردگار عالم سے بے توجہ ہے جس نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے اور اس کے ولی و جانشین سے بھی غافل ہے۔

حضرت صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کے سلسلہ میں عوام کی غفلت اور بے توجہی کا ایک اہم عامل آنحضرتؑ کی شخصیت اور مقام و منزلت کی صحیح واقفیت کا نہ ہونا ہے

حالانکہ معصومین علیہم السلام کی روایت میں اس کی تصریح ہوئی ہے۔

افسوس ہے کہ بہت سے ایسے افراد جن کا فریضہ تھا کہ وہ یہ حقائق عوام تک پہنچائیں اور انہیں عالم وجود کے سرور وسردار اور رہبر کائنات کی طرف متوجہ کریں لیکن وہ اس شرعی ذمہ داری کو نبھانیں میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

یہاں جو کچھ برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا وہی ہم حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے عرض کرتے ہیں اور اس طرح اپنے رؤف وکریم امام سے عفو اور بخشش طلب کرتے ہیں: ﴿يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ﴾[۱]

ان لوگوں نے کہا بابا جان اب آپ ہمارے گناہوں کے لئے استغفار کریں ہم یقیناً خطا کار تھے۔ امید ہے کہ ہمارے ماضی کی نسبت آنحضرتؑ کی عفو وبخشش ہمارے آئندہ کی تلافی ہو اور ہم ان بزرگوار کو یاد کرتے رہیں اور اپنی تمام تر قوت سے دوسروں کو اس مقدس وجود کی طرف متوجہ کریں۔

انتظار

اجتماعی عادت کے برخلاف حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کے ظہور سے غفلت کی قید وبند سے آزاد ہونا انسان کو بافضیلت ترین مقامات پر پہنچا دیتا ہے اور حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے انتظار کے زیر سایہ نہ صرف آنحضرتؑ کے سلسلہ میں غفلت کی قید وبند سے آزاد ہو جائیں گے بلکہ غیبت اس کے لئے مشاہدہ کی طرح ہوگی۔

۱۔ سورۂ یوسف، آیت: ۹۷

اب اس بہترین روایت پر توجہ کریں کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے ابوخالد کابلی سے فرمایا:

"تمتدّ الغيبة بوليّ اللّٰه الثاني عشر من أوصياء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم والأئمة بعده.

يا أباخالد إنّ أهل زمان غيبته، القائلون بامامته، المنتظرين لظهوره أفضل أهل كلّ زمان، لأنّ اللّٰه تعالىٰ ذكره أعطاهم من العقول والأفهام والمعرفة ماصارت به الغيبة عندهم بمنزلة المشاهدة وجعلهم في ذلک الزمان بمنزلة المجاهدين بين يدى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم بالسيف، أولئک المخلصون حقاً وشيعتنا صدقاً والدعاة الى دين اللّٰه سراً وجهراً.

وقال عليه السلام: انتظار الفرج من أعظم الفرج." [۱]

اے ابو خالد! سچ یہ ہے کہ ان کی غیبت کے زمانہ کے جو افراد ان کی امامت کے معتقد ہوں گے اور ان کے ظہور کے منتظر ہوں گے، وہ ہر زمانہ کے افراد سے برتر ہیں۔

کیونکہ پروردگار عالم نے انہیں اس درجہ عقل وفہم اور معرفت عنایت کی ہے کہ ان کے لئے مسئلہ غیبت مشاہدے کی منزلت رکھتا ہے اور پروردگار عالم نے انہیں اس زمانہ میں ایسے لوگوں کی جگہ پر قرار دیا ہے کہ جنہوں نے رسول خداؐ کے ہمراہ شمشیر سے جنگ کی ہے، وہ حقیقت میں صاحبان اخلاص ہمارے سچے شیعہ اور پوشیدہ وآشکار طور پر دین خدا کی طرف

۱۔ بحار الانوار: ۱۲۲/۵۲

دعوت کرنے والے ہیں۔

نیز حضرت سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ظہور کا انتظار ظہور کے لئے سب سے بڑی راہ ہے۔

امام سجاد علیہ السلام نے اس روایت میں زمانہ غیبت میں زندگی بسر کرنے والے ان لوگوں کو ہر زمانہ کے لوگوں پر افضل قرار دیا ہے جنہیں غیبت نے غفلت کی قید و بند میں گرفتار نہ کیا ہو اور جو آنحضرت کے ظہور کے منتظر رہیں کیونکہ انہوں نے نہ صرف پروردگار عالم کی عطا کی ہوئی عقل و فہم کی بنا پر خود کو امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی نسبت معاشرے کی غفلت کی عادت سے محفوظ رکھا ہے بلکہ انہوں نے ذاتی طور پر اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کی ہے کہ ان کے لئے مسئلہ غیبت بھی مشاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس طرح کے افراد اہلبیت اطہار علیہم السلام کے سچے شیعہ اور خاندان وحی علیہم السلام کے سچے پیروکار ہیں۔

ہم اگر سچے اور واقعی شیعوں کے مقام تک پہنچنا چاہتے ہیں تو ہمیں وہی راستہ طے کرنا ہوگا جو انہوں نے طے کیا ہے اور اسی راستہ پر گامزن رہنا پڑے گا جس پر وہ گامزن رہے اور جس طرح انہوں نے خود سے غفلت کی عادت کو دور کیا اسی طرح ہم بھی غفلت کی عادت کو خود سے دور کریں اور خود کو توجہ اور ظہور کے انتظار سے آراستہ کریں کیونکہ انتظار فکر ساز، قوت بخش اور باعث عمل ہے۔ اسی بناء پر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے:

"افضل جهاد امتی انتظار الفرج" [1]

ہماری امت کا افضل ترین جہاد انتظار فرج ہے۔

---

[1] بحارالانوار ۱۴۳/۷۷

حضرت امام صادق علیہ السلام بندوں کی عبادت کے قبول ہونے کی ایک شرط حضرت قائم عجل للہ فرجہ الشریف کی حکومت کے انتظار کو قرار دیتے ہیں اور اس موضوع کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اِنّ لنا دولة یجیئ اللّٰه بها اِذاشاء ثمّ قال: من سرّ أن یکون من أصحاب القائم فلینتظر ولیعمل بالورع ومحاسن الأخلاق وهو منتظر، فان مات وقام القائم بعده کان له من الأجر مثل أجر من أدرکه، فجدّوا وانتظروا هنیئاً لکم أیتها العصابة المرحومة" [1]

ہماری حکومت ہوگی جب بھی خدا چاہے گا اسے قائم کرے گا۔

پھر فرمایا: جو بھی دوست رکھتا ہے کہ حضرت قائم کے اصحاب میں ہو اسے چاہئے کہ ظہور کا منتظر رہے اور اپنے اندر پرہیز گاری و اچھے اخلاق پیدا کرے چونکہ صراط انتظار پر قدم رکھ رہا ہے۔

چنانچہ اگر ایسی حالت میں اس کو موت آجائے اور قائم اس کے بعد قیام کریں تو اس کی جزا ایسے فرد کی ہے کہ جو آنحضرت کے حضور میں ہو، لہٰذا کوشش کرو اور منتظر رہو تمہیں مبارک ہو، تم ایسی جماعت ہو کہ جس پر خدا کی رحمت ہے۔

امام صادق علیہ السلام ایک دوسری روایت میں امام عصر عجل للہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانہ میں لوگوں کے فرائض کے متعلق فرماتے ہیں:

۱۔ بحارالانوار: ۱۴۰/۵۲

'وانتظر الفرج صباحاً و مساء اً" ۱

صبح وشام ظہور کے منتظر رہو۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام انتظار کی حالت کو اہل بیت علیہم السلام کے محبوں کی صفات میں سے قرار دیتے ہیں اور خاندان وحی علیہم السلام کے پرستاروں کو صبح وشام انتظار کی صفت سے آراستہ بتاتے ہیں۔

آنحضرت فرماتے ہیں:

"ان مُحِبِّیْنَا ینتظر الرَّوح والفرج کل یوم ولیلة" ۲

بلاشبہ ہمارے دوست روز وشب آسائش وسکون کے دن اور ظہور کے منتظر ہیں۔

حضرت امام ہادی علیہ السلام کے چاہنے والوں میں سے ایک شخص نے آپ سے امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانہ میں شیعوں کے فرائض کے متعلق سوال کیا:

"کیف تصنع شیعتک؟ قال علیہ السلام: علیکم بالدعاء و انتظار الفرج" ۳

غیبت کے زمانہ میں آپ کے شیعہ کیا کریں؟

امام ہادی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا فریضہ ہے کہ دعا کرو اور فرج کا انتظار کرو۔

۱۔ بحار الانوار: ۱۳۳/۵۲

۲۔ بحار الانوار: ۱۲۱/۲۷، اور ۳۸/۶۸

۳۔ مہج الدعوات، بحار الانوار سے نقل: ۳۳۶/۹۵

لہٰذا جس طرح روایت میں وارد ہوا ہے کہ مصلح عالم کے ظہور کا انتظار لوگوں کے اعمال کے قبول ہونے کی شرط اور خاندان رسالت علیہم السلام کے پرستاروں کی صفت ہے ۔

پس جو بھی خود کو صالح سمجھتا ہے اسے مصلح عالم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کا منتظر ہونا چاہئے اور مصلح کے ظہور کا انتظار کرنے والوں کو بھی نیک وصالح ہونا چاہئے ۔

ہم اس جگہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی عالمی حکومت کے انتظار کے وجوب کے متعلق حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے گرانقدر کلام کے ذریعہ گفتگو کی اہمیت کو بڑھانا چاہتے ہیں ۔حضرت عبدالعظیم حسنی علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دخلت علي سيّدي محمد بن علي عليهما السلام و أنا اريد أن أسأله عن القائم، أهو المهدي، أوغيره؟ فبدأني، فقال عليه السلام:

يـا أبـاالقاسـم انّ القائم منّا هو المهديّ الذي يجب ان ينتظر في غيبتـه ويـطاع في ظهوره وهو الثالث من ولدي، والذي بعث محمداً بـالـنّبـوّة وخـصّنا بالأمامة أنّه لو لم يبق من الدّنيا الّا يوم واحد لطوّل اللّٰه ذلک اليوم حتّیٰ يخرج فيملاء الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت جـوراً وظـلـمـاً ، وانّ الـلّٰـه تبـارک وتـعالیٰ يصلح أمره في ليلة كما أصـلـح أمـر كـليـمـه مـوسـیٰ عـليـه السلام ليقتبس لأهله ناراً فرجع وهورسول نبيّ،

ثمّ قال عليه السلام: افضل أعمال شيعتنا اِنتظار الفرج‘‘ [۱]

۱۔ بحارالانوار: ۱۵۶/۵۱

میں اپنے مولا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آنحضرت سے قائم آل محمد علیہم السلام کے متعلق سوال کروں کہ کیا وہی مہدی ہیں یا کوئی دوسرا ہے؟ قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا حضرت نے فرمایا: اے ابا القاسم! آل محمد علیہم السلام کے قائم وہی حضرت مہدی ہیں جن کی غیبت کے زمانہ میں ان کا انتظار اور ظہور کے زمانہ میں اطاعت واجب ہے۔ وہ ہماری نسل میں تیسرے فرد ہیں۔

اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو نبی مبعوث فرمایا اور مقام امامت کو ہم سے مخصوص کیا اگر دنیا صرف ایک روز کے لئے باقی بچے تو پروردگار عالم اس دن کو طولانی کر دے گا کہ وہ ظہور کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

پروردگار عالم اپنے امر کی اصلاح ایک شب میں کرے گا بالکل اسی طرح جیسے اپنے کلیم حضرت موسی علیہ السلام کے امر کی اصلاح فرمائی وہ اپنے اہل وعیال کے لئے آگ لینے گئے لیکن جب پلٹے تو ان کے پاس مقام نبوت ورسالت تھا۔

اور پھر اس وقت حضرت محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

ہمارے شیعوں کا سب سے بافضیلت عمل انتظار فرج ہے۔

اس روز کی امید میں جب اس کی دلربا آواز کائنات میں گونجے گی اور افسردہ وغمگین دلوں کو حیات نو بخشے گی اور بزرگان الٰہی کہ جن کی توصیف میں خدا نے فرمایا ہے:

﴿اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا﴾ [۱]

اس بزرگوار کی طرف تیزی سے بڑھیں اور......۔

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۱۴۸ ''جہاں کہیں بھی ہو گے خداوند تم سب کو لے آئے گا''

ظہور کا انتظار یا ظہور کا اعتقاد؟!

انتظار کا معنی صرف ظہور کے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اس کی فکر میں رہنا اور اس کی آرزو رکھنا بھی ضروری ہے۔

ممکن ہے بہت سے افراد کے پاس مہمان کی ضیافت کے امکانات موجود ہوں لیکن نہ تو انہوں نے کسی کی دعوت کی ہو اور نہ ہی کسی کے آنے کے منتظر ہوں۔ ایسے افراد کو صرف ضیافت کا امکان رکھنے کی بناء پر کسی کا منتظر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ نہ تو انہیں مہمان کے آنے کا خیال ہے اور نہ ہی مہمان کے نہ آنے پر آزردہ خاطر ہوں گے۔

اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ انسان انتظار کے اہم مسئلہ اور اور اس دن (جب پوری کائنات سے ظلم وستم کا صفایا ہوجائے گا) پر توجہ کئے بغیر اپنی ذاتی اصلاح اور خودسازی میں کمی محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص بھی ایسا ہے اس نے اپنی ایک بڑی ذمہ داری یعنی پوری دنیا سے ظلم وستم کے خاتمہ کے انتظار اور اس کے لئے کوشش کرنے کو فراموش کردیا ہے۔

دوسرے لفظوں میں: اسی صورت میں خودسازی اور اصلاح نفس کا تکامل اور عروج کی منزل پر پہنچ سکتا ہے جب انسان پورے عالم سے ظلم وستم کے خاتمہ کا منتظر ہو اور صرف اپنے نفس کی اصلاح کے بارے ہی میں نہ سوچے۔ پس جو اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کوشاں ہے اسے چاہئے دنیا کی اصلاح کرنے والے کا منتظر رہے اور صرف اس موضوع پر اعتقاد رکھنے پر ہی اکتفاء نہ کرے۔

اس بناء پر جس نکتہ پر توجہ کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ ظہور کا انتظار کرنے اور ظہور کے عقیدے میں بہت زیادہ فرق ہے۔ تمام شیعہ بلکہ دنیا کی بہت سی دوسری اقوام کا عقیدہ ہے کہ

ایسا مصلح ظہور کرے گا جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا لیکن اس واقعیت پر عقیدہ رکھنے والے وہ سب اس کے تحقق کے منتظر نہیں ہیں!

جو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کا منتظر ہو اسے چاہئے کہ عقیدے کے علاوہ آنحضرت کے زمانے کو درک کرنے کی امید وانتظار بھی رکھے اور انتظار وامید کی بنیاد پر عمل کرے۔

وہ تمام روایتیں جن میں انتظار کے مسئلہ کا ذکر ہوا ہے وہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کی امید اور آپ کے زمانے کو درک کرنے کی آرزو اور امید رکھنے کے لازمی ہونے کی دلیل ہیں۔ کیونکہ اگر انتظار اور امید نہ ہو اور انسان آنحضرتؑ کے ظہور کے زمانے کو درک کرنے سے مایوس ہو تو وہ کیسے انتظار کی روایات پر عمل کرسکتا ہے کہ جو انسان کو انتظار وآرزو کا سبق دیتی ہیں؟!

اس بناء پر انتظار کا درس دینے والی روایات کی رو سے ظہور کے عقیدے کے علاوہ اس زمانے کو درک کرنے کے لئے آمادگی ہر انسان کی ذمہ داری ہے اور ہر ایک کا فریضہ ہے کہ ظہور کی فکر میں ہو اور اپنے زمانے میں ظہور کے زمانے کو درک کرنے کی آرزو رکھتا ہو اور عافیت کے ساتھ عصر ظہور کو درک کرنے کی دعا کرے۔

معرفت یا راہِ انتظار

ہمیں انتظار کا سبق دینے والے امور میں سے ایک نہایت اہم چیز جس کی طرف ہمیں ہمیشہ توجہ کرنی چاہئے، وہ پروردگار عالم اور اس کے جانشینوں کی معرفت اور ان کے مقام کی عظمت

کا عرفان ہے۔

اگر کوئی شخص صحیح معنی میں خدا اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی حقیقی معرفت کے لئے قدم بڑھائے تو وہ ان ذوات مقدسہ کے مورد توجہ قرار پائے گا اور اس کا دل خاندان وحی علیہم السلام کے معارف الٰہیہ سے روشن ہو جائے گا کہ اور اسی طرح اپنے دیگر فرائض سے بھی آشنا ہو جائے گا اور اس طرف بھی متوجہ ہوگا کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے غفلت ناپسندیدہ ہے۔

یہ نورانیت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے درخشاں نور کی بنا پر ہے کیونکہ امام ہمیشہ زمانہ میں اپنے واقعی چاہنے والوں کے دلوں کو منور کرتا ہے۔

اب یہاں اس روایت پر توجہ کریں:

عن أبي خالد الكابلي قال : سألتُ أبا جعفر عليه السلام عن قول الله عزو جلّ﴿فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ أَنْزَلْنَا﴾ [1]

فقال: يا أباخالد،النور والله الأئمة من آل محمد صلى الله عليه وآله وسلم إلى يوم القيامة،وهم والله نور الله الذي أنزل، وهم والله نورالله في السماوات وفي الأرض. والله يا أباخالد، لنور الامام في قلوب المؤمنين أنور من الشمس المضيئة بالنهار،وهم والله ينوّرون قلوب المؤمنين، ويحجب الله عزّوجلّ نورهم عمّن يشاء فتظلم قلوبهم.

۱۔ سورۂ تغابن، آیت:۸

واللّٰہ یا أباخالد،لایحبّنا عبد ویتولّانا حتّی یُطھّر اللّٰہ قلبہ، ولایُطھّر اللّٰہ قلب عبد حتّیٰ یُسلّم لنا، ویکون سلماً لنا، فاذاکان سلماً لنا سلّمہ اللّٰہ من شدید الحساب، وآمنہ من فزع یوم القیامۃ الأکبر" [۱]

ابوخالد کابلی کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت کریمہ "پس ایمان لاؤ خدا، رسولؐ اور اس نور پر جسے تمہارے درمیان نازل فرمایا ہے" کے متعلق سوال کیا۔

حضرت نے فرمایا: اے ابا خالد! خدا کی قسم! یہاں نور سے مراد روز قیامت تک باقی رہنے والے ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ خدا کی قسم! یہ وہی نور ہیں کہ جسے پروردگار عالم نے نازل فرمایا ہے۔ اے ابو خالد! خدا کی قسم! مومنین کے قلوب میں نور امامت روز روشن کے چمکتے ہوئے آفتاب سے کہیں زیادہ تابندہ ہے۔

خدا کی قسم! وہ مومنوں کے دلوں کو منور کرتے ہیں۔ پروردگار عالم ان کے نور کو جس سے چاہتا ہے پوشیدہ رکھتا ہے اور اس کا دل تاریک ہوجاتا ہے۔

اے ابو خالد! خدا کی قسم! کوئی بھی بندہ ہم سے محبت نہیں کرتا اور ہماری ولایت کو قبول نہیں کرتا مگر اس وقت جب پردگار عالم اس کے دل کو پاک کردیتا ہے اور پروردگار عالم کسی بھی بندے کے دل کو پاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہمارا فرمانبردار اور مطیع نہ ہوجائے اور جب وہ ہمارا مطیع وفرمانبردار ہوجائے تو پرودگار عالم اس کو (روز قیامت) کے حساب ومشقت سے محفوظ کردیتا ہے اور قیامت کبریٰ کے دن کے خوف و وحشت سے نجات عطا کرتا ہے۔

۱۔ الکافی: ۱/۱۹۴

کیا یہ ممکن ہے کہ کسی کا قلب امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نور سے روشن ومنور ہو لیکن وہ آنحضرت سے غافل بھی ہو؟

احساس حضور یا معرفت کی علامت

زمانہ غیبت میں لوگوں کے فرائض مجموعی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں:

۱۔ وہ فرائض جو غیبت کے زمانہ سے مخصوص ہیں۔

۲۔ وہ فرائض جو انسان پر صرف غیبت کے زمانہ میں عائد نہیں ہیں بلکہ ظہور اور امام کے حضور کے زمانہ میں بھی انجام دینا ضروری ہیں۔

دوسری قسم کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ کہ جو لوگوں کی زندگی میں بہت اثر انداز ہوتا ہے اور اگر اس کی رعایت کی جائے تو اس کی زندگی میں عظیم تبدیلی رونما ہوگی اور ثمر بخش زندگی بطور تحفہ ہاتھ آئے گی اور یہ مسئلہ حضور کا اعتقاد اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔

یعنی اگر انسان معتقد ہو کہ ہم بھی پروردگار عالم اور اس کے جانشینوں کے حضور میں ہیں اور وہ ان ہستیوں کے حضور یا غیبت کے زمانہ میں بھی ان کے حضور میں ہے، نیز یہ کہ زمان ومکان ہمارے لئے محدودیت ایجاد کرتے ہیں نہ کہ ان مقدس ذوات کی نورانی منزلت کے لئے، ان کے حضور کو زمانہ یا کسی خاص مکان سے محدود یا مقید نہیں کیا جا سکتا۔

اس لئے کہ زمان ومکان مادہ کی خصوصیات میں سے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام کا نورانی مرتبہ جس کے متعلق امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی حدیث نورانیت میں تشریح فرمایے کہ وہ مادہ سے بلند وبرتر ہیں بلکہ اس پر محیط ہیں۔ اس بناء پر زمان ومکان مقام نورانیت

کی نسبت کوئی تغییر یا محدودیت پیدا نہیں کرتے۔

بحث کی مزید وضاحت کے لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی حدیث ''نورانیت'' کی طرف رجوع کرتے ہیں جسے آپ نے جناب سلمانؓ اور جناب ابوذرؓ سے ارشاد فرمایا۔حدیث کے طولانی ہونے کی وجہ سے ہم یہاں اسے بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے بحث کی مناسبت سے ایک دوسری اہم روایت نقل کرتے ہیں جسے حضرت امام باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے جناب ابوبصیر کہتے ہیں:

" دخلت المسجد مع أبي جعفر عليه السلام، والناس يدخلون ويخرجون.

فقال لي: سل الناس هل يرونني؟

فكلّ من لقيته قلت له: أرأيت أبا جعفر عليه السلام فيقول: لاوهوواقف حتّى دخل أبو هارون المكفوف، قال: سَل هذا؟

فقلت: هل رأيت أباجعفر؟

فقال: أليس هو قائماً؟

قال: وما علمك؟

قال: وكيف لا أعلم وهو نور ساطع.

قال: وسمعته يقول لرجل من اهل الافريقية: ماحال راشدٍ؟

قال: خلفّته حيّاً صالحاً يقرؤك السلام.

قال: رحمه اللّٰه ،قال: مات؟ قال: نعم، قال: متی؟

قال: بعد خروجک بیومین.

قال: واللّٰه مامرض ولا کان به علة، قال: وانما یموت مَن یموت من مرض أو علة، قلت: من الرجل؟ قال: رجل لنا موالٍ ولنا محبّ.

ثمّ قال: أترون أنّه لیس لنا معکم أعین ناظرة، أواسماع سامعة، لبئس مارأیتم، واللّٰه لایخفی علینا شيء من أعمالکم فاحضرونا جمیعاً وعوّدوا أنفسکم الخیر، وکونوا من أهله تعرفوا فانّي بهذا آمر ولدي وشیعتي" [۱]

میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد داخل ہوا اور لوگوں کی آمد ورفت تھی ۔امامؑ نے مجھ سے فرمایا:،لوگوں سے پوچھو کیا وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں؟ میں نے جس سے بھی ملاقات کی اور اس سے سوال کیا کہ کیا تم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا؟ تو اس نے جواب دیا نہیں؛ اتنے میں ابو ہارون نامی ایک نابینا شخص مسجد میں داخل ہوا ۔

امامؑ نے فرمایا: اس شخص سے پوچھو، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟

ابو ہارون نے جواب دیا: کیا وہ اس جگہ نہیں کھڑے ہیں؟

ابوبصیر نے کہا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ امامؑ یہاں کھڑے ہیں؟

۱۔ بحارالانوار:۴۶/۲۴۳

ابو ہارون نے جواب دیا: ہم ان سے کیوں آ گاہ اور باخبر نہ ہوں جب کہ امامؑ واضح و آشکار نور ہیں۔

ابو بصیر کہتے ہیں: اس وقت میں نے سنا کہ امام محمد باقر علیہ السلام ایک افریقی شخص سے فرمارہے تھے کہ راشد کا کیا حال؟ اس نے جواب دیا جب میں افریقہ سے چلا تو زندہ و سالم تھا اس نے آپ کو سلام کہا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا: خدا اس پر رحمت کرے۔

افریقی شخص نے پوچھا: کیا وہ مرگیا؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں، اس نے پوچھا: کب؟

امامؑ نے فرمایا: جب تم افریقہ سے نکلے تو اس کے دو روز بعد۔

اس افریقی نے کہا: خدا کی قسم! راشد نہ مریض تھا نہ ہی اسے کسی قسم کا درد تھا۔

امامؑ نے اس سے فرمایا: کیا جو بھی مرتا ہے کسی درد یا مرض کی بنا پر مرتا ہے؟

ابو بصیر کہتے ہیں: ہم نے امامؑ سے پوچھا یہ افریقی شخص کون ہے؟

امامؑ نے فرمایا: وہ ہمارا دوست اور ہمارے خاندان کا محبّ ہے۔

اس وقت امامؑ نے فرمایا: کیا تم معتقد ہو کہ ہمارے پاس تمہیں دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان نہیں ہیں؟ یہ عقیدہ کس قدر برا ہے۔

خدا کی قسم! تمہارا کوئی بھی عمل ہم سے پوشیدہ نہیں ہے لہذا ہم سب کو خدا کے نزدیک حاضر سمجھو، اپنے نفوس کو پسندیدہ اعمال کی عادت ڈالو اور نیک کام کرنے والے بنو تا کہ اس حقیقت کو پہچان سکو، اور میں نے جو کچھ کہا اس کا اپنے فرزندوں اور شیعوں کو حکم دیتا ہوں۔

اس روایت میں نہایت اہم مطالب موجود ہیں اورانہیں درک کرنے کے لئے غور وفکر کی ضرورت ہے۔

اس روایت سے استفادہ کیا جانے والا اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ خاندان وحی علیہم السلام کے حضور کا عقیدہ ہونا چاہئے اوراس واقعیت کومحسوس کرناممکن ہے بشرطیکہ امام باقر علیہ السلام نے حقیقت تک پہنچنے کی جوشرائط بیان کی ہیں،ان کی رعائت کی جائے۔

نہایت ہی اہم نکتہ جسے آنحضرتؑ نے اپنے بیان کے آخر میں فرمایا ہیکہ آنحضرتؑ نے اپنے تمام شیعوں اوراپنے فرزندوں کواس کی تاکیدفرمائی ہےاورحکم دیا ہےاور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امامؑ نے جوواقعیتبیان فرمائی ہے،ہرایک کواسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس روایت کی روسے ان ہستیوں میں سے ہرایک عین اللہ ہیں جوہمارے اعمال کو دیکھتے ہیں،اذن اللہ ہیں یعنی ہماری باتوں کوبھی سنتے ہیں۔اس مقام پرامامؑ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہےجنہوں نے اس حقیقت کوقبول نہیں کیا ہےاورفرماتے ہیں:واقعاًبراعقیدہ رکھتے ہوخدا کی قسم!تمہارا کوئی بھی عمل ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ان نکات کو بیان کرنے کے بعد اپنے بیان کا نتیجہ پیش کرتے ہیں اورچند نکتوں کی وضاحت کرتے ہیں:

۱۔ہم سب کواپنے سامنے حاضر سمجھو:

یہ فرمان اہل بیت علیہم السلام کے مقام نورانیت کی طرف اشارہ ہے چونکہ آپ زمانہ پر محیط مقام نورانیت کے مالک ہیں اوران میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں ہےاور ہرشیعہ چاہے

وہ کسی زمانہ میں ہو اسے خود کو ان بزرگ حضرات کے حضور میں سمجھنا چاہئے۔ جس طرح انسان خود کو خدا کے حضور میں سمجھتا ہے اسی طرح اسے خود کو اہل بیت علیہم السلام کے حضور میں سمجھنا چاہئے۔

۲۔اپنے نفس کو نیک عمل کی عادت ڈالو اور اہل خیر بنو:

اس فرمان کے مطابق انسان کو نہ صرف برے اور نا شائستہ عمل کا عادی نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے نفس کو اچھے اور نیک عمل کی عادی بنایا چاہئے یعنی تہذیب نفس اور تربیت میں کوشاں رہنا چاہئے کہ نہ صرف اس کا نفس پسندیدہ کاموں کے انجام دینے سے متنفر نہ ہو بلکہ انہیں اپنی عادت بنالے۔

اس روایت میں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ پسندیدہ کاموں کی عادت ڈالنا اس صورت میں قابل اہمیت ہے کہ جب انسان کی ذات کو ان کی عادت ہو جائے یعنی یہ اس کی ذات پر اثر انداز ہوں۔

لہذا اگر انسان کی ذات پر نیک اور پسندیدہ کام اثر انداز نہ ہوں تو ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے انسان معاشرے اور محل زندگی کے تقاضوں کے تحت بہت سے اچھے اور پسندیدہ کام انجام دینے کا عادی بن گیا ہو لیکن یہ اس کی ذات میں راسخ نہ ہوئے ہوں جس کے نتیجہ میں اس کی ذات اور اعمال کے درمیان کوئی ہماہنگی نہیں پائی جاتی ہے اور وہ ان کاموں کے اہل افراد میں شمار نہیں ہوتا۔ یہ بہت دقیق نکتہ ہے جس کی طرف پوری طرح توجہ ہونی چاہئے۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے ہم کہتے ہیں کہ پسندیدہ کاموں کا عادی ہو جانا دو

صورتوں میں ممکن ہے۔

پہلی صورت: نفس کی مخالفت، اپنی تربیت اور نفس کو نیک اور اچھے کاموں کوانجام دینے کے لئے مطیع بنانا۔ اگر اس طرح انسان نیک کاموں کے انجام دینے کا عادی بنا ہو تو انسان کی ذات اور سرشت نیک کاموں کی عادی ہو جائے گی۔ لہٰذا اس طرح عادی ہونا انسان کی ترقی اور تکامل میں بنیادی کردار رکھتا ہے۔

دوسری صورت: انسان نیک کاموں کا عادی ہو جائے اور پسندیدہ اعمال کو اپنی طبیعت ثانیہ بنا لے اور یہ مخالفت نفس، اپنی تربیت اور خود اس طرح کے اعمال کوانجام دینے کے لئے آمادگی کی غرض سے نہ ہو بلکہ اس کا معاشرے اور ماحول اسے ان میں سے بعض چیزوں کا عادی بنا دے۔

مثلاً وہ ایسے خاندان میں تھا کہ جس کے افراد نماز اوّل وقت یا جماعت سے پڑھنے کے عادی تھے لہٰذا اسے بھی اس کی عادت ہو گئی۔ اس صورت میں چونکہ اس نے اپنے اندر یہ عادت ذاتی طور پر پیدا نہیں کی ہے لہٰذا اگر اس کے گھر کا ماحول تبدیل ہو جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ اس کی عادت تبدیل ہو جائے گی اور وہ اسے چھوڑ دے گا۔

اس طرح کی عادت کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ جو انسان کی ذات پر اثر انداز نہ ہوئی ہو بلکہ ماحول کا رنگ اختیار کرنے کی بنا پر ہو اور ماحول کی تبدیلی کی بنا پر عادت ختم ہو جائے گی۔

لہٰذا حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

تم اپنے نفوس کو عمل خیر کا عادی بنانے کے علاوہ اس کے اہل بھی بنو؛ نہ یہ کہ صرف اچھے

افرادکا رنگ اختیار کرو۔کیونکہ نیک اعمال کاانسان کی ذات اور سرشت میں راسخ ہوئے بغیر صرف نیک افرادکا رنگ اختیار کر لینے سے رفتاروکردار میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اس سے حقائق کودرک کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا لیکن جب یہ انسان کی ذات میں راسخ ہوجائے تو اس سے عظیم اوراہم حقائق درک ہوتے ہیں۔

حضور کے معنی کیا ہیں؟

دوسرا نکتہ کہ جس کے متعلق بحث کی جانی چاہیے،وہ یہ ہے کہ حضور کے کیا معنی ہیں؟ کیا حضور سے مراد علمی حضور ہے یا عینی حضور؟

مرحوم علامہ مجلسیؒ روایت بیان فرماتے ہیں:اگر ''**فاحضرونا**'' باب افعال سے ہوتو روایت کا معنی اس طرح ہوگا: یہ جان لو کہ ہم کبھی تمہارے پاس اپنے علم کے ذریعہ حاضر ہیں۔یہاں مرحوم مجلسیؒ کی مراد حضور علمی ہے۔

ایک روایت میں حضرت امام رضا علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:

''انه ليحضر حيث ماذكرفمن ذكره منكم فليسلّم عليه''

جب بھی انہیں بلایا جائے حاضر ہوجاتے ہیں لہٰذا تم میں سے جو بھی ان کا نام لے ان پر سلام کرے۔

ا۔بحارالانوار:۲۴۴/۴۶

۲۔کمال الدین:۳۹۰/۲

مرحوم آیت اللہ مستنبط اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کا رتبہ اس حد تک ہے جو کہ حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے تابع اور آپ کی رعیت میں سے ہیں تو پھر حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کا رتبہ کس عظمت کا حامل ہوگا؟![1]

اس روایت سے بعض زمانوں میں شخصی حضور استفادہ کیا جاتا ہے نہ کہ علمی حضور۔

مسئلہ حضور اہل بیت علیہم السلام کے معارف میں بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور اس میں تفصیل کی ضرورت ہے اس لئے اپنی گفتگو کو حضرت علی علیہ السلام کے دلنشین کلام کے ذریعہ تمام کرتے ہیں:

" أحضروا آذان قلوبكم تفهموا!"[2]

(اگر حقائق کو درک کرنے کے خواہاں ہیں تو) اپنے دل کے کانوں کو کھولیں تا کہ سمجھ سکیں۔

اہل بیت علیہم السلام کے کلمات میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عظمت

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عظمت سے واقفیت انتظار کی راہ پر چلنے کا بہت ہی مؤثر ذریعہ ہے لہذا ہم اس کے متعلق وضاحت کر رہے ہیں:

اہل بیت علیہم السلام سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی شخصیت وعظمت کے متعلق وارد ہونے والی روایات اس قدر اہم اور لرزا دینے والی ہیں جن سے آدمی سکتہ میں آجاتا ہے!

۱۔ الفطرۃ:۲/۵۳۶ ۲۔ بحارالانوار:۳۴/۲۱۲

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ روح کی گہرائی پراثر انداز ہونے والے ان تمام کلمات کے باوجود ہمارے معاشرے نے ''طاؤوس بہشت'' کی بجائے زاغ وزغن کو دل سے لگالیا ہے؟

اتنی غفلت کیوں؟ اور یہ سب فراموشی کس وجہ سے ہے؟

کیا علماء اور بزرگان دین نے اس راہ میں کوئی شائستہ کام انجام دیا ہے؟

کیا خودکو آنحضرتؑ سے وابستہ سمجھنے والے صاحبان قدرت اور حکام نے آپ کے لئے کوئی خدمت انجام دی ہے؟

کیا شیعہ ثروتمندوں اور قوت رکھنے والوں نے دین کے اس بنیادی اور حیاتی ترین عمل کے لئے کوئی کوشش کی ہے؟

کیا لوگوں نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف توجہ کے ذریعہ اپنی دردناک حالت تبدیل کی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ عوام کا ہر گروہ اس غفلت میں کم وبیش شریک رہا ہے (اگرچہ علماء اور غیر علماء میں سے کچھ ایسے افراد تھے اور ہیں کہ جنہوں نے اپنی توفیق اور توانائی کے مطابق دینی احکامات کو دل وجان سے زندہ رکھنے کی کوشش کی) خیر اس موضوع سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ حقیقت تلخ ہے جو خودپسندوں کے دل کو تکلیف پہنچائے گی۔

اب ہم خاندان وحی علیہم السلام کے کچھ فرمودات کو پیش کرتے ہیں تا کہ آپ کو اندازہ ہوسکے کہ انہوں نے آخری حجت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو کن الفاظ سے یاد کیا ہے؟ اور لوگوں کو آنحضرتؑ کی طرف متوجہ کرنے کی کس طرح کوشش کی ہے؟

کس طرح لوگوں کو آنحضرتؑ کے احترام کا درس دیا ہے؟

ا۔حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

میرے ماں باپ ان پر قربان! وہ میرے ہم نام اور میری شبیہ ہیں۔

اس کلام کو رسول اکرمؐ نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے افسوسناک زمانے کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"..... سَيَكُوْنُ بَعْدِي فِتْنَة صَمّاء صَيْلَم يَسْقُطُ فِيْها كُلُّ وَلِيْجَة وَبَطانة، وَذٰلِكَ عِنْدَ فُقْدان شِيْعَتِكَ الْخامس مِنَ السّابع مِنْ وُلْدِكَ، يَحْزُنُ لِفَقْدِهِ أَهْلُ الْأَرْضِ وَالسَّماءِ، فَكَمْ مُؤْمِن وَمُؤْمِنَة مُتَأَسّف مُتَلَهّف حيران عِنْدَ فَقْده.

ثمّ أطرق مليّاً ثمّ رفع رأسه وقال:

بِأَبِي وَأُمّي سَمّي وَشَبيهي وَشَبيهِ مُوسى بن عمران عَلَيه جلابيب النُّور يَتَوَقّد مِنْ شُعاعِ الْقُدْسِ" [۱]

میرے بعد ایسا فتنہ پیدا ہوگا کہ جو لوگوں کو بہرا کردے گا اور یہ بہت ہی سخت مرحلہ ہوگا اس میں ہر برگزیدہ اور رازدار شخص گر پڑے گا اور یہ وہ وقت ہوگا جب تمہارے شیعہ تمہارے فرزندوں میں ساتویں امام کی اولاد میں پانچویں کو گم کردیں گے اور ان کے غائب ہونے سے اہل آسمان و زمین غمگین ہوں گے، بہت سے باایمان مرد اور خواتین ایسے ہوں گے کہ جو ان کی غیبت کے وقت محزون اور غمزدہ ہوں گے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے آہستہ سے اپنا سر جھکا لیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا:

ا۔ کفایۃ الاثر: ۱۵۸، بحار الانوار: ۳۶/۳۳۷ اور ۵۱/۱۰۹

میرے ماں باپ ان پر قربان!

وہ میرے ہم نام ہیں اور میری اور موسیٰ بن عمران کی شبیہ ہیں۔ ان پر نور کے پیراہن ہیں کہ جو شعاع قدس سے جلاء حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے آپ کے متعلق فرمایا:

میری جان ان پر قربان!

علامہ مجلسیؒ نے اس کلام کی نسبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف دی ہے اور فرمایا ہے:

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منسوب شعری دیوان میں آنحضرتؑ نے فرمایا:

فَثَمَّ يَقومُ القَائِمُ الحَقّ مِنكُم   وَبِالْحَقِّ يَاْتِيْكُمْ وَبِالْحَقِّ يَعْمَل

سَمِيّ نَبِيّ اللّٰه نَفْسِي فِدَاؤُه   فَلا تَخْذُلُوْه يا بُنَيّ وَعَجّلوا[۱]

پس اس وقت (ناشائستہ حکومتوں کے بعد) تم میں سے حق کو قائم کرنے والا قیام کرے گا اور تمہارے لئے حق کو فراہم کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔

وہ پیغمبر خداؐ کا ہم نام ہے ہماری جان اس پر قربان! پس اے میرے بیٹو! اس کی مدد کو ترک نہ کرنا اور اس کی نصرت میں عجلت کرنا۔

۱۔ بحار الانوار: ۱۳۱/۵۱

۳۔حضرت امیرالمومنین علیہ السلام:

میرے پدر اس بہترین کنیز کے فرزند پر قربان جائیں۱

اولین مظلوم عالم امیرالمؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے جسمانی اوصاف کو بیان کرنے کے بعد ایک جملہ کے ذریعہ اپنے عظیم قلبی اشتیاق کا اظہار فرمایا ہے، جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔

اس روایت کو جابر جعفیؒ نے نقل کیا ہے جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

اس روایت میں حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نیک جسمانی صفات بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور آنحضرت کے معنوی خصائل اور ملکوتی قدرت کو بیان کرنے سے پرہیز کیا ہے کیونکہ ایسے شخص سے گفتگو کر رہے تھے جو عالم خلقت میں تمام تباہی وفساد کی جڑ اور بنیادی علت ہے۔

اب اس روایت پر توجہ کریں: جناب جابر جعفی کہتے ہیں: ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ”سایر عمر بن الخطّاب امیر المؤمنین علیه السلام فقال: أخبرني عن المهديّ ما اسمه؟

۱حضرت نرجس خاتون علیہا السلام روم کی شاہزادی تھیں۔خاندان وحی علیہم السلام سے ملحق ہونے کی غرض سے آپ نے کنیزوں کا لباس پہنا اور ان میں چلیں گئیں اور پھر آپ کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ماں ہونے کا افتخار حاصل ہوا۔کنیزوں کا لباس پہن کر اسیر ہونے کی وجہ سے انہیں روایات میں بہترین کنیز کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

فقال: أما اسمه فانّ حبيبي عهد اليّ أن لا احدّث باسمه حتّٰى يبعثه اللّٰه. قال فأخبرني عن صفته.

قال: هو شابّ مَرْبوع حَسَن الوَجْه حَسَن الشَعر، يَسيل شَعْره عَلى مِنْكبيه، وَنُور وَجْهه يَعْلو سَوادَ لحيَته وَرَأسِه، بِأَبِي ابن خِيَرة الاماء"[1]

عمر بن خطاب، امیرالمؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کے ساتھ چل رہا تھا۔

آپ سے عرض کیا: مجھے مہدی کے بارے میں خبر دیجئے، ان کا نام کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: لیکن میرے حبیب نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ ان کا نام کسی کو نہ بتاؤں، یہاں تک کہ پروردگار عالم انہیں مبعوث کرے۔

اس نے عرض کیا: پس مجھے ان کی صفت کے بارے میں بتائیے؟

حضرت نے فرمایا: وہ ایسا جوان ہے کہ چہار شانہ خوشرو حسین ہے، ان کے بال خوبصورت اور ان کے بال شانوں پر بکھرے ہوں گے اور ان کے چہرے کا نور ان کے بال اور داڑھی کی سیاہی پر ظاہر ہوگا، پس اس بہترین کنیز کے فرزند پر میرے باپ قربان ہو جائیں!

۱۔ بحارالانوار: ۳۶/۵۱

۴۔حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام:

میرے پدر اس بہترین کنیز کے فرزند پر قربان جائیں!

اس کلام کو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے پھر دہرایا ہے اور حارث ہمدانی نے اسے امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

آنحضرتؑ نے اس روایت میں شمشیر انتقام (جو حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دست قدرت میں ہوگی) سے ظالموں کے ظلم وستم کے خاتمہ کا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا ہے:

وہ، وہ ہیں کہ جو دنیا کے تمام ظالموں اور ستمگروں کے حلق میں زہر کا کڑوا جام انڈیلیں گے۔

اب آنحضرتؑ کے اس کلام پر غور کریں کہ جو ہر دہ لوگوں کے دلوں کو شاد کر دیتا ہے:

بِأبي ابن خِيرَةِ الإماء، يعني القائم مِنْ وُلْده عليه السلام، يَسومُهم خَسْفاً، وَيُسقيهم بِكأسٍ مُصْبِرة، وَلاٰ يُعْطِيْهِمْ اِلاَّ السَّيْف هَرَجاً۔[1]

بہترین کنیز کے فرزند پر میرے پدر قربان جائیں!

یعنی حضرت قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کہ جو آنحضرتؑ کی اولاد سے ہیں، وہ انہیں ذلیل وخوار کریں گے اور وہ ظرف جو صبر (بہت ہی کڑوی دوا) سے بھرا ہوگا ان (ستمگروں) کو پلائیں گے اور انہیں فتنہ و آشوب کی شمشیر کے سوا کوئی چیز عطا نہیں کریں گے۔

ہاں! یہ وہ دن ہے کہ جب سقیفہ میں بیٹھنے والوں اوران کے وارثوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگا اور وہ سب زہر کا تلخ جام پئیں گے۔

۱۔الغیبۃ مرحوم نعمانی:۲۲۹

۵۔حضرت امیرالمومنین علیہ السلام: میرے پدر بہترین کنیز کے فرزند پر قربان جائیں!

حضرت علی علیہ السلام نے یہ جملہ ایک مرتبہ اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

" فَانْظُروا أهْل بَيْت نَبِيِّكُمْ فَان لبدوا فالبدوا وان استنصروكم فانصروهم، ليفرّجنّ اللّٰه برجل منّا أهل البيت، بأبي ابن خيرة الإماء لايعطيهم إلاالسيف هرجاً هرجاً موضوعاً على عاتقة ثمانية" ۱؎

اپنے پیغمبرؐ کے اہل بیت علیہم السلام کی طرف دیکھو! اگر وہ چین سے بیٹھ جائیں تو تم بھی چین سے بیٹھ جاؤ اور اگر تمہیں مدد کے لئے بلائیں تو ان کی مدد کرو۔ یقیناً پروردگار عالم ہم اہل بیت علیہم السلام سے ایک شخص کو پیدا کرے گا۔

''بہترین کنیز کے فرزند پر میرے باپ قربان جائیں!'' انہیں سوائے شمشیر کے کچھ نہ دیں گے، کیا معرکہ ہوگا! کیا آشوب ہوگا! آٹھ مہینے اپنے دوش پر شمشیر رکھیں گے۔

اس خطبہ میں حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام دنیا کی اصلاح، دنیا سے ستمگروں اور ظالموں کی نابودی کی خوشخبری دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں آٹھ مہینے اس زمین پر ستمگروں سے جنگ ہوگی اور پھر پورے عالم میں صلح ومحبت کی حکمرانی ہوگی۔

۶۔حضرت امیرالمومنین علیہ السلام: آہ! میں کس درجہ ان کے دیدار کا مشتاق ہوں۔

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے یہ کلام حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نیک خصائل کو یاد کرنے اور فتنہ وفساد کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

"هاه!و اومأ بيده الى صدره. شوقاً الى رؤيته" ۲؎

....

۱۔بحارالانوار:۱۲۱/۵۱ ۲۔بحارالانوار:۱۱۵/۵۱

آہ!" اور پھر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "ہم کس حد تک ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔

کیونکہ آنحضرتؐ کو اپنے وسیع علم کی بنا پر معلوم تھا کہ سقیفہ میں جمع ہونے والوں نے فتنہ کا جو بیج بویا تھا وہ فتنہ ایسے ہی جاری رہے گا، اس کی آگ طویل عرصہ تک پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لئے رہے گی، یہ تاریکی و بدبختی دنیا کے تمام لوگوں کا احاطہ کر لے گی اور یہ ظلم و ستم اس وقت تک جاری رہے گا جب تک منتقم آل محمد امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے ان ۳۱۳ ساتھیوں کے ساتھ قیام نہ کریں گے جنہوں نے تہذیب و اصلاح نفس کے ساتھ امر ولایت کو اپنی روح میں بسا رکھا ہے اور وہ ظالموں سے دنیا کے تمام مظلوموں کا بدلہ لیں گے۔

اگر سقیفہ کے تاریک ایام میں اپنی جان کی بازی لگانے والے مددگار کائنات کے سب سے پہلے مظلوم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ ہوتے تو دشمن خانہ وحی کو آگ نہیں لگا سکتے تھے۔ عالم ہستی کے امیر کے گلے میں رسی نہیں ڈال سکتے تھے اور ماہ عالم کے چہرے کو نیلا نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

" فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلاَّ أَهْلُ بَيْتِي فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ، وَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذَى، وَشَرِبْتُ عَلَى الشَّجَى، وَصَبَرْتُ عَلَى أَخْذِ الْكَظَمِ، وَعَلَى أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ"

(جب مخالفین نے خلافت کو غصب کر لیا جو کہ ہمارا حق تھا تو اپنے امر اور کام میں) میں نے فکر کی تو دیکھا کہ میرے اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی میرا مددگار نہیں ہے۔ میں اس پر

راضی نہیں ہوا کہ وہ قتل ہوں اور وہ آنکھ جس میں تنکا چلا گیا تھا اسے بند کرلیا، جب کہ میرے گلے کی ہڈی کو جکڑ رکھا تھا لیکن میں نے وہ جام تلخ پی لیا (شدید غم واندوہ کی وجہ سے) سانس لینا مشکل تھا (جام تلخ) کے ذائقہ سے بھی زیادہ کڑوی چیزوں پر ہم نے صبر کیا۔[1]

جی ہاں! اس کائنات کی مظلوم ترین ذات خود پر ہونے والے مظالم کو بیان کرنے کے بعد مستقبل میں ہونے والے فتنوں کو بیان کرتی ہے اور تمام ظلم وستم ختم کرنے والے کے نام کا بھی تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہے۔

آہ! میں اس کے دیدار کا کس قدر مشتاق ہوں۔

۷۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر میں اس زمانہ میں رہا تو اپنی جان اس صاحب امر سے مخصوص کردوں گا۔

یہ کلام ان سے صادر ہوا ہے جنہوں نے سارے عالم میں علم وحکمت کی گرہ کشائی کی اور جو کائنات کی خلقت کے تمام اسرار سے واقف ہیں، وہ ذات جس کے لئے مستقبل اور مستقبل میں آنے والے، ماضی اور ماضی میں رہنے والے سب ایسے ہی ہیں جیسے آپ کے سامنے حاضر ہوں۔

آنحضرتؑ نے جب مستقبل اور مستقبل میں آنے والوں کا تذکرہ کیا تو حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور سے پہلے ہونے والے قیام کے متعلق یوں بیان فرمایا:

''.....اَما إِنّي لَوْأدرکتُ ذٰلِکَ لاَ سْتَبقَیت نَفْسي لِصاحِب هٰذا الأمر''[2]

۱۔نہج البلاغہ (فیض الاسلام) خطبہ:۲۶ص۹۲

۲۔الغیبۃ، مرحوم نعمانی:۲۷۳

آ گاہ رہو! اگر میں اس زمانہ میں رہا تو اپنی جان کو اس صاحب امر سے مخصوص کر دوں گا۔

مرحوم آیت اللہ شیخ محمد جواد خراسانی اپنی کتاب میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس زمانے سے آنحضرتؑ کا مقصود وہ زمانہ ہے کہ جب ''شیلا'' سے ایک گروہ حق کے حصول کے لئے قیام کرے گا۔

۸۔ امام محمد باقر علیہ السلام:

میرے ماں باپ اس پر قربان جائیں! وہ میرے ہم نام ہیں اور ان کی کنیت میری کنیت ہے۔

میرے باپ اس پر قربان جو پوری دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

اس روایت کو ابوحمزہ ثمالیؒ نے نقل کیا ہے جو حضرت کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں، وہ کہتے ہیں: ایک دن میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھا جب لوگ آنحضرتؑ سے رخصت ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا:

"یـا أبـا حَـمْـزَةَ، مِـنَ الْمَحتوم الّذي حَتَمه اللّٰه قيام قائمنا، فمَن شَكَّ فيما أقول لَقي اللّٰه وهو به كافر.

ثـمّ قـال: بأبي وأُمّي المُسَمّٰى بِاسمي وَالْمُكنّٰى بِكُنْيتي، السابع مِـن وُلْـدي، بـأبـي مَـن يَـمْـلأ الأ رْضَ عَـدلاً وَقِسطاً كما مُلِئَتْ ظُلْماً وَجَوْراً.

یا أباحَمْزَة، مَنْ أَدْرَکه فیسلّم له ما سَلَّم لِمُحمّد وَعليّ فَقَد وَجَبت لَه الجَنّة، ومَن لَم یُسَلّم فَقَد حَرَّم اللّٰه عَلَیْه الجَنّة وَمأْوٰاه النّار وَبِئْس مَثْوَی الظّٰالِمِیْن"[1]

اے ابوحمزہ! جن چیزوں کو پروردگار عالم نے حتمی قرار دیا ہے ان میں سے ایک ہمارے قائم کا قیام ہے اور ہم نے جو کچھ کہا اگر اس میں کوئی شک کرے تو وہ کفر کی حالت میں پروردگار عالم سے ملاقات کرے گا۔

پھر فرمایا: ہمارے ماں باپ ان پر قربان! ان کا نام میرے نام پر ہے اور ان کی کنیت میری کنیت پر رکھی گئی ہے وہ میری اولاد (نسل) میں سے ساتواں ہے۔

میرے باپ ان پر قربان! جو پوری زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھردے گا جس جس طرح وہ ظلم وجور سے بھرچکی ہوگی۔

اے ابوحمزہ! جو بھی ان کے زمانے میں ہو بالکل اسی طرح ان کے حکم کے سامنے تسلیم ہوجائے جیسے محمدؐ اور علی علیہ السلام کی بارگاہ میں تسلیم تھا تو اس پر جنت واجب ہے اور جو ان کے حکم کے سامنے تسلیم نہ ہو تو پروردگار عالم اس پر جنت حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ آتش (جہنم) ہوگا جو ظالموں کے لئے بدترین ٹھکانہ ہے۔

---

[1] بحارالانوار: ۱۳۹/۵۱، ۲۴/۲۴۱، ۳۶/۳۹۴

۹۔امام صادق علیہ السلام:

اگر میں ان (امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف) کے زمانہ میں ہوا تو جب تک زندہ رہا ان کی خدمت کرتا رہوں گا۔

امام صادق علیہ السلام نے یہ کلام تب ارشاد فرمایا جب آپ سے حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے متعلق سوال کیا گیا:

هَلْ وُلِد القائم؟قال: لا، وَلو أَدْرَكْتُه لَخدمته أَيّام حَياتي. [۱]

کیا حضرت قائم کی ولادت ہوگئی ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں۔ اگر میں انہیں درک کرلوں تو اپنی پوری زندگی ان کی خدمت کروں گا۔

۱۰۔امام صادق علیہ السلام: میں نے نور آل محمد علیہم السلام کے لئے دعا کی۔

عباد بن محمد مدائنی کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام نے ظہر کی نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور دعا فرمائی۔ ہم نے کہا: ہماری جان آپ پر قربان ہو! آپ نے اپنے لئے دعا کی؟

فرمایا: **دَعَوْتُ لِنُور آل مُحَمّد عليهم السلام وَسائِقِهِمْ وَالْمُنْتَقِم بِأَمْرِ اللّهِ مِنْ أَعْدائِهم.** [۲]

۱۔الغیبۃ ،مرحوم نعمانی:۲۷۳، بحار الانوار:۱۴۸/۵۱

عقد الدرر نے یہ روایت اور حضرت امام صادق علیہ السلام کی کچھ اور روایات کو امام حسین علیہ السلام سے نسبت دی ہے۔ اس اشتباہ یا بھول کی وجہ دونوں اماموں کی مشترک کنیت ہوسکتی ہے۔

۲۔فلاح السائل:۱۷۰

میں نے نور آل محمد علیہم السلام کے لئے دعا کی جو غائب ہے اور جو خدا کے حکم پر ان کے دشمنوں سے انتقام لے گا۔

البتہ خاندان وحی علیہم السلام کے تمام ائمہ نور ہیں اور ان کی معرفت، معرفت خدا کی نورانیت کی طرح ہے لیکن اس روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے بیان کے مطابق آنحضرت نورالأنوار ہیں۔

۱۱۔امام موسیٰ کاظم علیہ السلام: میرے والد اس پر قربان جائیں! جس پر خدا کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔

میرے والد اس پر قربان جائیں! جو خدا کے حکم سے قیام کرے گا۔

یحییٰ بن فضل نوفلی کا بیان ہے: حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے عصر کی نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کر کے ایک دعا پڑھی۔

ہم نے آنحضرت سے عرض کیا: آپ نے کس کے لئے دعا فرمائی؟

"قال: ذلک المَهديّ من آلِ مُحَمّد عليهم السلام.

قال: بِأَبِي المُنبدح البَطن، المَقْرون الحاجِبَيْن، أُحْمَش الساقَيْن، بَعيد مابَيْن المنكِبين، أُسْمَر اللَّون، يعتاده مَع سمرته صفرة من سهر الليل، بِأَبي مَن لَيْله يرعى النُّجُوم ساجداً وراكِعاً، بِأَبي مَنْ لا يَأْخُذُه في اللّٰه لَوْمَة لائِم، مِصْباح الدُّجىٰ، بِأَبي القائم بِأَمرِ اللّٰه"[۱]

حضرت نے فرمایا: مہدی آل محمد علیہم السلام کے لئے۔

۱۔ بحارالانوار: ۸۱/۸۶

پھر فرمایا: میرے والد اس وجود پر قربان جائیں! جس کی ابرو ملی ہوئی ہیں، پنڈلیاں پتلی ہیں، چار شانہ قوی ہیکل اور گندم گوں ہے اور تہجد و شب زندہ داری کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہے۔

میرے والد اس پر قربان! جو راتوں کو سجدہ و رکوع کی حالت میں ستاروں کے غروب ہونے کا انتظار کرتا ہے۔

میرے والد اس پر قربان! جو خدا کے حکم سے قیام کرے گا۔

۱۲۔حضرت امام رضا علیہ السلام: میرے ماں باپ ان پر قربان! جو ہمارے جد رسول خداؐ کے ہمنام ہیں، جو میری اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے شبیہ ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہ کلام امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانہ میں برپا ہونے والے شدید فتنہ کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: یہ فتنے اس حد تک شدید اور تباہی پھیلانے والے ہیں کہ نہایت ہوشیار اور چالاک افراد کو بھی اپنے جال میں گرفتار کر لیں گے۔

اگر چہ وہ دین اور دینداری کے دعوی دار ہیں لیکن ان کی گمراہی کی وجہ سے غربت و تنہائی اس طرح امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو گھیر لے گی کہ آسمان و زمین اور ہر آگاہ اور درد دل رکھنے والا انسان آنحضرتؑ کے لئے گریہ کرے گا۔

اب حضرت امام رضا علیہ السلام کے کلام پر توجہ فرمائیں:

"لا بدّ مِنْ فِتْنة صَمّاء صَيْلَم يَسْقُط فيها كُلّ بطانة وَ وَلِيْجَة، وذلک عِنْد فُقْدان الشّيعة الثالث مِن وُلدي ،يبكي عَلَيْه أهل السماء و أهل الأرض ،وَكُلّ حريّ وَحَرّان وَكُلّ حَزين وَلَهْفان.

ثمّ قال علیه السلام: بِأَبي وَأُمّي سَمِيّ جَدّي وَشَبيهي وشَبيه مُوسَى بن عِمْران علیه السلام، عَلَيه جُيوب النّور يَتَوَقّد مِن شُعاع ضِياء القُدْس" [1]

نہایت ہی سخت اور سنگین فتنہ ضرور واقع ہوگا، جس میں ہر رازدار اور منتخب فرد گر پڑے گا اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب شیعہ ہمارے فرزندوں میں تیسرے فرزند کو کھودیں گے، اس پر اہل آسمان وزمین گریہ کریں گے اور تلاش وجستجو میں رہنے والا ہر مرد وعورت اور ہر غمگین و حسرت زدہ شخص اس پر گریہ کرے گا۔

پھر فرمایا: ہمارے ماں باپ اس پر قربان! جو ہمارے جد رسول خداؐ کا ہمنام اور موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی شبیہ ہے اس پر نورانی پیراہن ہے کہ جو قدس کی شعاعوں سے ضیاء حاصل کرتا ہے [2]

امام رضا علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آنحضرتؑ خراسان میں اپنی ایک نشست میں لفظ "قائم" کے ذکر کے وقت خود کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور کہا:

" أللّٰهمّ عَجّلْ فرجه و سَهّل مخرجه"

اور پھر لوگوں سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کی خصوصیات بیان فرمائیں۔

مرحوم محدث نوریؒ کتاب "نجم الثاقب" میں فرماتے ہیں: حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا نام اور بالخصوص آنحضرتؑ کا مخصوص لقب سننے کے بعد لوگوں کا تعظیم میں کھڑے ہو

۱۔الغیبۃ (مرحوم نعمانی): ۱۸۰، کمال الدین: ۳۷۰، بحار الانوار: ۱۵۲/۱۵، الزام الناصب: ۲۲۱/۱

۲۔ہم اس روایت سے مشابہ روایت پیغمبر اکرمؐ سے نقل کر چکے ہیں۔

جانا تمام ممالک روایت ہوئی ہے کہ جب دعبل نے امام رضا علیہ السلام کے لئے قصیدہ پڑھا اور حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کو یاد کیا:

فلولا الّذي أرجوه في اليوم أو غدٍ　　تقطّع نفسي اثرهم حسراتي

خروج إمام لا محالة خارج　　يقوم على اسم اللّٰه والبركاتِ

جس کی مجھے آج یا کل امید ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میرا نفس حسرت کی وجہ سے قطع ہو جاتا۔

اور وہ امام کا خروج ہے کہ جو ضرور خروج کرے گا اور پروردگار کے نام اور خدا کی برکتوں سے قیام کرے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر تعظیم فرمائی اور ساتھ ہی آنحضرتؑ کے ظہور کے لئے دعا فرمائی ۔[۲]

☆☆☆☆☆

کتاب کے مقدمہ کو "تنزیۃ الخاطر" میں آنے والی اس روایت پر تمام کرتا ہوں:

حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ جب حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کے القاب میں سے لفظ "قائم" کا ذکر ہو تو اس وقت کھڑے ہونے کی کیا وجہ ہے؟

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس وجہ سے کہ آپ کی غیبت بہت طویل ہے اور آنحضرتؑ بہت ہی محبت کے ساتھ اپنے دوستوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ جو آپ کو اس لقب سے یاد کرے کہ جو آپ کی حکومت اور

۱۔ الزام الناصب: ۱/۱/۲۷

۲۔ الغدیر: ۲/۶۱/۳، ایسی ہی ایک روایت علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار: ۵۱/۱۵۴ میں نقل کی ہے۔

غربت کے متعلق حسرت پر دلالت کرتا ہے۔وہ بندہ جو اپنے آقا کے لئے خضوع سے پیش آتا ہے،اسے اس طرح تعظیم کرنی چاہئے کہ جب اس کا صاحب جلال آقا اپنی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھے تو اس کے سامنے اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

پس جو بھی یہ نام زبان پر جاری کرے اسے کھڑا ہو جانا چاہئے اور پروردگار عالم سے آپ کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کرنی چاہئے۔[۱]

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ ہمیں اہل بیت علیہم السلام کے حقیقی شیعوں میں قرار دے تا کہ ہم عملی طور پر ان بزرگ ہستیوں کے پیروکار بن سکیں۔

وماتوفیقی الا باللّٰہ

مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

فہرست مطالب

حرف مترجم.......... ۷
مقدمہ.......... ۱۱
اہم نکتہ.......... ۱۹
عقلی اور روائی دلیلوں کی رو سے دعا کی ترغیب.......... ۲۳
آداب دعا.......... ۲۸
دعا پڑھنے میں مداومت کی اہمیت.......... ۴۷
دعا کی قبولیت میں یقین کی اہمیت.......... ۴۸
یقین اور اس کے حیرت انگیز آثار.......... ۵۲
امام زمانہؑ کے لئے دعا ضروری ہے.......... ۵۴
کائنات کی سب سے مظلوم ہستی.......... ۵۹
مرحوم حاجی شیخ رجب علی خیاط کی ایک نصیحت.......... ۶۱
مرحوم شیخ حسن علی اصفہانی کا ایک اہم تجربہ.......... ۶۳
ظہور امام زمانہؑ میں تعجیل کی دعا کرنے والے کے لئے آنحضرتؑ کی دعا.......... ۶۵
امام زمانہؑ کے ظہور میں تعجیل کے لئے مجالس دعا کا انعقاد.......... ۷۰
حضرت امام مہدیؑ سے مخصوص مقامات.......... ۷۳

مسجد کوفہ کی فضیلت ۷۵
مسجد سہلہ کی فضیلت ۷۶
مسجد مقدس جمکران ۷۹
زمانہ غیبت کے فرائض پر توجہ ۸۵
امام زمانہؑ کی غیبت کا عادی ہو جانا ۸۷
اپنی فکری روش تبدیل کریں ۹۰
کائنات کے امیر کی جانب ۹۲
حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کی طرف توجہ ۹۷
انتظار ۱۰۵
ظہور کا انتظار یا ظہور کا اعتقاد؟! ۱۱۲
معرفت یا راہِ انتظار ۱۱۳
احساس حضور یا معرفت کی علامت ۱۱۶
حضور کے معنی کیا ہیں؟ ۱۲۳
اہل بیتؑ کے کلمات میں امام زمانہؑ کی عظمت ۱۲۴

....